ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۹ نومبر ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

تبلیغ کے ابتدائی اصول

برادران اسلام آج کل چونکہ لامذہبی اور بے دینی عام ہو رہی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر ایک محلہ میں کلمہ کی گشت کی جاوے۔ کیونکہ ۸۰ فیصدی مسلمانوں کو کلمہ شریف بھی ٹھیک پڑھنا نہیں آتا۔ کام کے اصول یہ ہیں:

(۱) کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط خود صحیح پڑھنا دوسروں کو پڑھوانا اور ان کے معنی سمجھنا کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے بڑھ کر زندگی گزارنے کا کوئی طریق نہیں۔

(۲) نماز خود بلا ناغہ پنجگانہ ہو سکے۔ تو با جماعت پڑھنا اور نماز کے معنی یاد کرنا اور لوگوں کو سکھانا اور جو نہ پڑھتے ہوں ان کو محبت و پیار سے نماز پڑھوانا اور جو نہ جانتا ہو۔ اُس کو سکھانا۔

(۳) قرآن پاک کی کم از کم ایک آیت کا ترجمہ روزانہ اپنے محلہ کی مسجد میں سنانا۔ دین کا ایک مسئلہ روز سکھانا اور کلمہ شریف کا بکثرت ذکر کرنا اور لوگوں کو تاکید کرنا کہ کم از کم سو مرتبہ روز کلمہ شریف معنی سمجھ کر پڑھ لیا کریں۔

(۴) اکرام مسلم۔ سب مسلمانوں سے محبت سے پیش آنا۔ آپس کے لڑائی جھگڑے کی صلح صفائی کرنا اور مسلمان کی آبرو ریزی نہ کرنا۔ نہ مذاق اُڑانا۔ سب مسلمانوں کو اپنے حقیقی بھائی سے زیادہ تصوّر کرنا۔

(۵) تصحیح نیّت۔ یعنی کام صرف رضائے الہٰی کے لئے خالصاً لِلّٰہ کرنا۔ کسی پر احسان نہ جتانا۔ نہ اپنے آپ کو بڑا زاہد متقی خیال کرنا اور اپنے بھائیوں سے پیار محبت سے مل کر کلمہ اور نماز کی ترغیب دینا۔

(۶) نفر فی سبیل اللہ۔ یعنی اپنے بیوی بچوں کو اور دنیاوی کاموں کو اللہ کے واسطے کچھ دیر کے لئے چھوڑنا اور کلمہ کی گشت اپنے محلہ میں ہفتہ میں کم از کم ایک روز ضرور لگانا۔ اور مہینہ میں ایک روز دوسرے محلہ میں بھی گشت کرنا اور سال میں ایک مرتبہ دوسرے شہر میں جا کر کلمہ کی گشت کرنا۔

(۷) ترک مالا۔ یعنی وہ تمام فضول کام چھوڑنا۔ جس میں دین و دُنیا کا فائدہ نہ ہو۔ مثلاً سینما دیکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ تاش کھیلنا چوسر و شطرنج کھیلنا وغیرہ۔ فاضل وقت میں دین سیکھنے کی کوشش کرنا خوش گپیاں نہ لگانا۔ اور ہنسی مذاق کر کے عمر کو ضائع نہ کرنا۔

کام کا طریقہ:- اپنے محلہ کی مسجد سے کم از کم دس آدمی لے کر اور ان کے علاوہ ایک امیر اور ایک متکلم یعنے بات کرنے والا بنا کر دعا مانگ کر گشت میں نکلنا اور گھر گھر جا کر کلمہ سنانا۔ اور لوگوں کا سُننا اور نماز کے واسطے لوگوں کو آمادہ کرنا۔ متکلم کے سوائے سب لوگوں کا برابر ذکر کرتے رہنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ سب کے ذکر کرنے سے مخاطب کا دل نرم ہوتا ہے اور اللہ میاں کی رحمت بخشتی ہے۔ اور ذکر کرنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

اس گشت کے دوران میں کلمہ سوئم پڑھنا بہت مفید ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس کام میں کوئی چندہ وغیرہ نہیں لیا جاتا ہے اور نہ اس کام میں سیاسی خیالات کو کچھ دخل ہے۔ آپ اس تحریک کو اپنا ہی سمجھ کر اپنے اپنے محلہ میں کام شروع کریں۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے گا۔

نیکی کرنے سے اللہ تعالےٰ راضی ہوتا ہے۔ اور نیکی کا عوض دُنیا میں بھی آخرت میں بھی دیتا ہے۔

(ماخوذ) تبلیغی اشتہار (ڈھاکہ)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳ | ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۵۷ء | شمارہ ۲۹

فوری توجہ کی ضرورت!!!

قیام پاکستان کا مقصد ہی یہی تھا۔ کہ برصغیر ہند و پاکستان کے اس خطہ میں مسلمان قوم اپنے مذہبی روایات کے مطابق زندگی بسر کر سکے۔ اسی نظریہ کی بناء پر آئین پاکستان میں اس لازمی شق کو جگہ ملی۔ جس کی رو سے آئندہ پانچ سال کے عرصہ میں رائج الوقت تمام انگریزی قوانین وغیرہ کو اسلامی قالب میں ڈھالا جانا حتمی قرار دیا گیا۔ چنانچہ اسی شق کی پابندی میں ایک لاکمیشن معرض وجود میں آ چکا ہے جو پانچ سال کے مقررہ عرصہ میں موجودہ قوانین کو کتاب و سُنّت کے ڈھانچے میں ڈھالنے کی سفارشات کرے گا۔

فی الحال ہمارے ملک میں مقننہ عدلیہ اور انتظامیہ انگریزی قوانین کے تحت چل رہے ہیں۔ ہم مسلمانوں کی زندگی عقائد اور عبادات کی حد تک اسلام سے آشنا ہے۔ شرع اور فقہ کی تدریسی اور عملی صورتوں سے ہمارے عوام الناس قطعاً نابلد ہیں۔ اب جبکہ کچھ عرصہ بعد ہم انگریزی قوانین کی جگہ اسلامی قوانین کو دے رہے ہیں۔ تو ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ہم شریعت اسلامیہ اور فقہ کو اس طرح سمجھیں۔ جس طرح ہم روزمرہ کی زندگی سے وابستہ موجودہ قوانین و ضوابط کو سمجھتے ہیں۔

تو یہ بہتر تھا۔ کہ ہم قیام پاکستان کے ساتھ ہی اپنی تعلیم میں کتاب و سُنّت کی تعلیم کو ایک لابدی جزُ کی طرح شامل کر لیتے۔ اور اب دس گیارہ سال کے عرصہ کے بعد ہم اسلامی لائحہ عمل حیات سے خاطر خواہ ہم آہنگی پیدا کر چکے ہوتے۔ اب بھی اگر ہمارا رُخ لندن کی بجائے کعبہ کی جانب ہو جائے تو تلافی مافات ہو سکتی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ فوراً اسکول اور کالج کے نظام تعلیم میں کتاب و سنّت کو بطور لازمی نصاب شامل کر لیں۔ عرصہ پانچ سال کے بعد جب مذکورہ کمیشن اسلامیہ قوانین کی تدوین کر چکا ہوگا تو اس وقت ہمارے ملک میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہوگا۔ جو قوانین اسلامیہ کو سمجھ سکے گا۔ اور اس کے نفاذ میں ممد و معاون بن سکے گا اور اگر ہمارے مُلک میں قوانین اسلامیہ کے نفاذ کے وقت عوام الناس میں ایسے لوگوں کا فقدان ہوا اور قوانین اسلامیہ کو مرتب کرنے والوں کے علاوہ عوام الناس کی اکثریت اس سے نابلد رہی۔ تو ہمیں قدم قدم پر ٹھوکریں کھانی پڑینگی اگرچہ کتاب و سُنّت کی تعلیم اب بھی حکومت یا کسی یونیورسٹی کی محتاج نہیں مدارس عربیہ میں اس کی تدریس برابر ہو رہی ہے۔ لیکن بدلے ہوئے حالات نے دوسرے علوم کے دوش بدوش اس کے حصول و ترویج کی ضرورت ہے۔

ہمیں امید ہے کہ حکومت مزید تساہل اور تاخیر سے کام نہیں لے گی۔ اور اسکولوں اور کالجوں میں فی الفور کتاب و شریعت کی تعلیم شروع کر دی جائے گی۔ ہمیں احساس ہے کہ نصاب اور کتُب کی فراہمی میں تکلیف ہوگی۔ کیونکہ ہمارے پاس معیاری کتُب موجود نہیں ہیں لیکن یہ ایسی مشکل نہیں۔ جس پر قابُو نہ پایا جا سکے۔ اس سلسلہ میں حضرات علماء کرام سے راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ عربی اور فارسی کتب سے ترجمہ کا کام زیادہ عرصہ نہیں چاہتا ضرورت صرف حکومت کی توجہ کی ہے کیونکہ معاشرے میں حکومت ہی ایسا ادارہ ہے۔ جسے نہ قحط الرجال کا ڈر ہو سکتا ہے اور نہ سرمایہ کی کمی کا سوال۔ جبکہ فنونِ لطیفہ تک کی تحصیل و تکمیل میں اتنے انہماک سے کام ہو رہا ہے۔ تو کیا قوانین اسلامیہ کا اجرا کسی کم اہمیت کا حامل ہے؟ یہاں حکومت کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اس فن کے ماہرین بھی موجود ہیں اور وہ ہر وقت حکومت کی زیادہ سے زیادہ امداد کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

کونسا اسلام

مرکزی وزارت کے ایک ممتاز لیگی رکن نے ایک جلسۂ عام میں کہا کہ ہم اسلام کی حفاظت کر رہے ہیں ـــ ہمارے ارباب سیاست کے ہاتھوں جتنی اسلام اور مسلمانوں نے گذشتہ دس برس میں زک اُٹھائی شاید ہی اس کی مثال سابقہ تاریخ میں ملتی ہو اور اس پہ ستم ظریفی یہ کہ دعوےٰ بھی یہ ہو کہ ہم اسلام کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ انتخابات کی آمد ایسے اسلام فریب اہلِ سیاست کے منہ میں اسلام کا لفظ ڈال رہی لیکن پھر بھی ہم مؤدبانہ اپنے فضیلت مآب سے سوال کرتے ہیں کہ جناب وہ کونسا اسلام ہے۔ جس کے آپ وارے نیارے جا رہے ہیں کیا مسلم لیگ کی مختلف مرکزی اور صوبائی وزارتیں اسلام کے کاز کے لئے برخاست ہوا کرتی تھیں؟ کیا اسلام یہی تھا۔ آپ نے صوبائی وزارت کا برخاست کرانا منظور کرا لیا۔ لیکن مسلمانوں کے اسلامی مطالبہ تحفظ ختم نبوّت کو ماننا قبول نہ کیا۔ یہ آپ کی جاگیرداریاں بڑی بڑی تجارتیں ذخیرہ اندوزیاں۔ اسلام اور مسلمانوں کی تائید و امداد میں ہیں یا تخریب میں؟ ـ آپ وزارتیں شوق سے کیجئے۔ آپ کا ان پر حق ہوگا۔ لیکن للہ مظلوم اسلام پر رحم فرمایئے۔ یہ نعرہ بازی ختم کیجئے۔ قوم ابھی تک اسی نعرہ سے ورطۂ حیرت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ جس نعرہ میں پاکستان کا مطلب لا الٰہ اِلاّ اللّٰہ بتایا جاتا تھا۔ اسلام کو ہم ایسے بے عمل مسلمانوں کی حفاظت کی پرواہ نہیں۔ اسلام محفوظ رہے گا۔ اس

باقی برصفحہ ۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ ۲۲ نومبر ۱۹۵۷ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

ایمانداروں کے لئے قرآن مجید کے چار فائدے

برادران اسلام۔ اللہ تعالےٰ نے جتنی چیزیں بھی پیدا کی ہیں۔ ان میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور رکھی ہے۔ اسی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے نظیر فلسفۂ شریعت کی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جس میں شرِ محض ہو۔ مثال میں اپنی طرف سے عرض کرتا ہوں۔ مثلاً سانپ کا پیدا کرنا۔ آپ حیران ہوں گے کہ انسان کی بعض بیماریوں کا علاج سانپ کا زہر ہے۔ چنانچہ سُنا ہے۔ کہ آج کل امریکہ دُنیا کے مختلف حصوں سے مختلف قسم کے سانپوں کو خرید کرتا ہے اور مختلف سانپوں کے زہر سے پھر بعض بیماریوں کے لئے ٹیکے بناتا ہے۔ جن کے لگانے سے کئی انسان مختلف بیماریوں سے شفایاب ہو جاتے ہیں۔

سمندر کے پرندوں میں ایک عجیب حکمت

جن لوگوں نے حج کا سفر بحری جہاز میں کیا ہے انہیں معلوم ہے۔ کہ سمندر میں بگلے کی قسم کے پرندے ہوتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ چوبیس گھنٹے سمندر ہی میں رہتے ہیں بین الاقوامی قانون میں ان کا شکار کرنا ممنوع ہے۔ سمندر میں ان کے رہنے کی یہ حکمت ہے کہ اگر جہاز ران کو راستہ بھول جائے اور اپنے سفر کی سمت معلوم نہ کر سکیں تو ان پرندوں سے راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ انہیں اڑاتے ہیں اور بیٹھنے نہیں دیتے۔ جب وہ اس طرح بار بار اُڑانے سے تنگ آ جاتے ہیں تو پھر خشکی کی طرف اُڑتے ہیں۔ وہاں سے خشکی تقریباً ۵۰۔ ۵۰۔ ۶۰۔ ۶۰ میل دور ہوتی ہے۔ جہاز ران ان کے پیچھے جہاز کو چلاتے ہیں اور خشکی پر جا پہنچتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے ان پرندوں کو انسان کی خدمت کے لئے سمندر میں رکھا ہوا ہے۔

یا مثلاً گدھا مچھلی

سمندر میں ایک مچھلی ایسی ہوتی ہے۔ جس کا منہ گدھے کا سا ہوتا ہے اور باقی دھڑ مچھلی کا سا۔ عام طور پر لوگ اُسے نہیں کھاتے۔ سُنا ہے اس کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جس انسان کی لاش کو محفوظ رکھنا چاہے۔ یہ گدھا مچھلیاں اس لاش کے گرداگرد گھیرا کر لیتی ہیں اور کسی مچھلی کو کھانے نہیں دیتیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ جس لاش کو سمندر سے باہر لانا چاہے۔ وہ گدھا مچھلی اس لاش کو منہ میں اُٹھا کر سمندر کے کنارے پر رکھ جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالےٰ نے کسی چیز کو بے کار نہیں بنایا۔ یہ الگ چیز ہے کہ ہمیں بعض چیزوں کی پیدائش کی حکمت نہ معلوم ہو سکے۔

مذکور الصدر ضابطہ

کی بنا پر قرآن مجید کے نزول میں بھی حکمتیں ہیں اور وہ بے شمار ہیں۔ آج کی معروضات کا خلاصہ ایک آیت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس میں قرآن مجید کی چار صفتیں بیان کی گئی ہیں۔

(یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ﳔ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝) سورہ یونس رکوع ۶ پارہ ۱۱ ترجمہ اے لوگو! تمہارے رب سے نصیحت اور دلوں کی روگ کی شفا تمہارے پاس آئی ہے۔ اور ایمانداروں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔

چار صفتیں

موعظۃ۔ شفاء۔ ہدایت اور رحمت ہیں۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پر یہ حاشیہ تحریر فرماتے ہیں۔ یہ سب صفات قرآن کریم کی ہیں قرآن اول سے آخر تک نصیحت ہے جو لوگوں کو ہلاک اور مضر باتوں سے روکتا ہے۔ دلوں کی بیماریوں کے لئے نسخہ شفا ہے۔ وصول الی اللہ اور رضائے خداوندی کا راستہ بتاتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو دنیا اور آخرت میں رحمت الٰہیہ کا مستحق ٹھہراتا ہے۔

قرآن مجید کی نصیحتوں کا نمونہ

پہلی

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝) سورۃ الحجرات رکوع ۲ پ ۲۶ (ترجمہ:۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے)

حاصل

یہ نکلا کہ سب انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ لہٰذا محض انسان ہونے کے لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے۔ ہاں فضیلت کی ایک وجہ اور ہے کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے کے لحاظ سے انسانوں کے مراتب میں فرق ضرور ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے اس کا مرتبہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اس شخص سے بے شک زیادہ ہے جو اس شخص سے کم ڈرتا ہے۔

دوسری

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ) الآیۃ سورۃ الحدید رکوع ۴ پ ۲۷) (ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا)

معلوم ہوتا ہے کہ دوہرے ثواب کا اعلان اُن اہل کتاب کے حق میں ہے جو پہلے اپنے نبی پر ایمان لائے تھے اور اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس نصیحت کا

حاصل

یہ نکلا کہ اے اللہ کے بندو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر پر ایمان لے آؤ۔ اگر بالفرض ایمان نہ لائے تو پھر سوچ لو کہ اس جبار اور قہار کی گرفت میں جب آؤ گے اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔

تیسری

(فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ) سورہ الحج رکوع ۵ پ ۱۷

ترجمہ: پھر تم سب کا معبود تو ایک اللہ ہی ہے۔ پھر اس کے فرمانبردار رہو اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سُنادو

حاصل

یہ نکلا کہ اے قرآن مجید پر ایمان لانے والو تمہارا معبود حقیقی فقط ایک اللہ ہی ہے اور تم فقط اُسی کے بندے اور اُسی کے پوجنے والے ہو۔ یہ درجہ کسی اور کو نہ دینا۔ جس طرح مشرکین عرب اللہ تعالےٰ کے سوا تین سو ساٹھ اور خدا بھی مانتے تھے۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اللہ کی توحید کا اعلان فرمایا کہ "لا الٰہ الا اللہ" (ترجمہ ایک اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے) تو کفار تعجب سے کہتے ہیں۔

(اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ ۖ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۖ ۚ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ ۖ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ ۚ ۖ)

سورہ ص رکوع ۱ پ ۲۳ (ترجمہ) ۔ کیا اس نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا دیا۔ بے شک یہ بڑی عجیب بات ہے اور ان میں سے سردار یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بلاشبہ اس میں کچھ غرض ہے ہم نے یہ بات اپنے پچھلے دین میں نہیں سنی۔ یہ تو ایک بنائی ہوئی بات ہے۔

چوتھی

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝) سورۃ الزمر رکوع ۷ پ ۲۴ ۔ (ترجمہ ۔ اور بے شک آپ کی طرف اور ان کی طرف وحی کیا جا چکا ہے جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں کہ اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے۔ اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار رہو۔

حاصل

سب حضرات انبیاء علیہم السلام ۔ گناہوں سے پاک تھے۔ ہر دور کے انسانوں میں سے قرب الی اللہ کا جو درجہ ان حضرات کو حاصل تھا۔ وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں تھا۔ اور ان کی نیکی شرافت دیانت امانت حیا اور شفقۃ علی الخلق کے لحاظ سے جتنا ان سے اللہ تعالیٰ خوش تھا کسی اور کو وہ درجہ نصیب تھا۔ باوجود اس کے اللہ تعالےٰ کو شرک سے اتنی نفرت ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے فرمایا کہ بفرض محال اگر آپ بھی شرک میں مبتلا ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ کے ہاں آپ کے کسی عمل کی کوئی قیمت باقی نہیں رہے گی۔ انبیاء علیہم السلام کا شرک میں مبتلا ہونا تو ناممکن تھا اور ان کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے۔ لہٰذا ہر انسان کا فرض ہے کہ ہر وقت ہر حالت میں چوکنا رہے کہ کہیں میرے اعمال میں شرک تو نہیں گھس آیا۔

شرک فقط اسی چیز کا نام ہے

کہ انسان کو جو تعلق فقط اللہ جل شانہٗ سے رکھنا چاہیئے تھا۔ اسی قسم کا تعلق غیر اللہ سے رکھے خواہ وہ غیر اللہ کے انبیاء علیہم السلام ہوں یا اولیائے کرام ان دونوں قسم کے حضرات شرک سے متنفر اور بیزار ہوتے ہیں۔ اور وہ ہرگز ہرگز نہیں چاہتے کہ ہم سے کوئی شخص وہ تعلق رکھے جو اللہ تعالےٰ سے ہی رکھنا چاہیئے۔ مگر شیطان ان کی مرضی کے خلاف لوگوں کو گمراہ کر کے ان حضرات کے ساتھ وہ تعلق رکھا دیتا ہے۔ جو شرک کی حد میں آسکتا ہے۔ مثلاً

اولاد کا دینا

(لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ)

(سورۃ الشوریٰ رکوع ۵ پارہ ۲۵) ترجمہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی بادشاہی ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ لڑکیاں عطا کرتا ہے۔ اور جسے چاہے لڑکے بخشتا ہے یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ خبردار قدرت والا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ اولاد کا دینا نہ دینا فقط اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز جس کے اختیار میں ہو اُسی سے مانگنی چاہیئے۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ کئی مسلمان اولیائے کرام کے مزارات پر جا کر ان سے اولاد کی دعا کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ اے ولی اللہ اگر آپ نے مجھے اولاد دے دی تو آپ کے مزار مبارک پر بکرا یا بکری یا اتنا روپیہ بطور چڑھاوا کے پیش کرینگے یہی شرک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی یا کسی ولی کو یہ کام سپرد نہیں کیا کہ اس کے بندوں کو اولاد دیا کریں۔

بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ ہی سے اولاد مانگا کرتے تھے

(هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝) سورہ آل عمران ع ۴ پارہ ۳

(ترجمہ:۔ زکریا نے وہیں اپنے رب سے دعا کی ۔ اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔

سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی مصیبت دُور نہیں کر سکتا

(وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ

لَہٗ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝) سورہ یونس رکوع ۱۱ پارہ ۱۱ (ترجمہ اور اگر اللہ تمہیں تکلیف پہنچاوے تو اس کے سوا اسے پھیرنے والا کوئی نہیں، اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ انسان کو تکلیف فقط اللہ تعالےٰ کے حکم سے پہنچتی ہے اور سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی اس تکلیف کو ہٹا بھی نہیں سکتا۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان پر جب کوئی مصیبت آئے تو فقط اللہ تعالےٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ مہربانی فرماکر میری اس تکلیف کو دور کر دے۔ نہ کہ اولیائے کرام کے مزارات پر جا کر ان سے دعا مانگے۔ کہ حضور یہ تکلیف ہٹا دیجیئے۔ مثلاً بیٹا بیمار ہے تو شفا پا جائے۔ بہو کو اولاد نہیں ہے تو اسے اولاد ہو جائے۔ میں آپ کے مزار پر فلاں جانور یا اتنا روپیہ چڑھاوا چڑھاؤں گا۔ اسی کا نام شرک ہے۔ چاہیئے یہ تھا کہ مصیبت زدہ انسان اپنے اللہ سے دعا مانگتا۔ ہاں اس کے حضور میں نذر پیش کر سکتا ہے کہ اے اللہ اگر تو اپنے فضل سے اس مقدمے میں بری کر دے یا اولاد دیدے تو تیری اس نعمت کے شکریہ میں تیرے اتنے مسکین و محتاج بندوں کو کھانا کھلاؤں گا یا اتنے مسکینوں کو کپڑے بنوا دوں گا۔

میرے ہم مشرب حنفی و قادری بھائیوں کی خدمت میں

میرے ہم مشرب معزز و محترم حضرات۔ میں آپ ہی کے سلسلہ عالیہ میں منسلک ہوں۔ اگرچہ گنہگار ہوں۔ مگر اپنے اکابر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام الصلحاء والمقربین عمدۃ الزہاد متبع القرآن المجید الفرقان الحمید اسوۃ السلف حضرت مولانا مقتدانا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی روشنی میں سطور سابقہ ضبط میں لائی گئی ہیں۔ من شاء فلیرجع الیٰ نصابیفهم ان شاء اللہ سیجد ماکتبتہ حقًّا

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ اگر شرک کروگے تو جہنم کا ایندھن ہوگے اگر چاہوں تو جتنے گناہ جس کو چاہوں بخش دوں۔ مگر یہ یاد رہے کہ شرک ہرگز نہیں بخشوں گا۔

شرک کے نہ بخشنے کا اعلان

(اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝) سورہ النساء رکوع ۷ پارہ ۵ (ترجمہ بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا جو اس کا شریک کرے اور شرک کے سوا دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے۔ اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔

یہ ٹھیک ہے کہ مسلمان شرک سمجھ کر نہیں کرتا

عام طور پر مسلمان چونکہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ناواقف ہے اور جن علماء کے دامن سے وابستہ ہے وہ انہیں کھول کر شرک کا مفہوم نہیں سمجھاتے۔ اس لئے مسلمان شرک کے کئی کام کرتا ہے۔ جن کی کچھ تفصیل گزشتہ سطور میں عرض کر چکا ہوں۔ اور وہ ان مشرکانہ رسوم کو شرک خیال نہیں کرتا۔

کیا اگر مجرم جرم کو جرم نہ سمجھے تو واقعی وہ جرم نہیں رہتا

مثلاً چور کہتا ہے کہ میں نے تو نقب زنی کو کوئی برا کام نہیں سمجھا میرے بال بچے بھوکے تھے۔ اس لئے نقب زنی کر کے مٹھائی کے تھال حلوائی کی دکان سے لے گیا ہوں۔ تو کیا عدالت اس کے عذر کو تسلیم کر لے گی اور سزا نہیں دے گی۔ میرے دوستو۔ جس عقل سے دنیا میں کام کاج کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھی اسی عقل کی روشنی میں دیکھا اور سمجھا کرو۔

پانچویں

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۝) سورہ الاحزاب ع ۳ پارہ ۲۱ (ترجمہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن ملنے کی امید رکھتا ہے اور اللہ تعالےٰ کو بہت یاد کرتا ہے تاکہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس سے راضی ہو جائے تو اسے کھانے میں پینے میں، جاگنے میں، سونے میں، کمانے میں صرف کرنے میں۔ اٹھنے میں بیٹھنے میں۔ ماں باپ کے تعلقات میں ... بیوی بچوں کے تعلقات میں بہن بھائی کے تعلقات میں دوسرے رشتہ داروں کے تعلقات میں اور عوام مسلمانوں کے تعلقات میں، جلوت میں خلوت میں، شادی میں غمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

اگر حضور انور کی مخالفت کی تو یہ سزا ہے

(وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝) سورۃ النساء رکوع ۱۷ پارہ ۵ (ترجمہ) اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے۔ بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے۔ جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

نزول قرآن مجید کے وقت

جن حضرات کو مومنین کے مبارک نام سے پکارا جاتا تھا۔ وہ صحابہؓ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی جماعت ہی تو تھی۔ آئندہ آنے والے مسلمانوں کے لئے معیاری درجہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کو بھی مقتدا اور پیشوا ہونے

میں داخل کر لیا گیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا عملی نمونہ کسی نے دیکھنا ہو۔ تو صحابہ کرامؓ ہی کو پیش کیا گیا ہے۔ کیونکہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن مجید کی تعلیم کا عملی نتیجہ دیکھنا ہو تو بفضلہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ آپ کی تعلیم کا کامل مکمل نمونہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ان بھائیوں کو بھی ہدایت عطا فرمائے جو صحابہ کرامؓ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

اگر خدا نخواستہ حضورؐ کے بعد وہ پھسلنے والے ہوتے

تو اللہ تعالےٰ انہیں حضور انورؐ کے ساتھ معیاری درجہ پر کس طرح لاتا۔ کیونکہ وہ تو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ وہ تو ماکان و مایکون کو جاننے والا ہے۔ اسے تو معلوم تھا کہ قرآن مجید قیامت تک محفوظ رہنے والا ہے۔ لہذا اگر خدانخواستہ صحابہؓ کرام کے پائے استقلال میں لغزش آنے والی ہوتی تو وہ کبھی بھی ان حضرات کو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے نمونہ نہ بناتا۔

نجات کا مکمل پروگرام

اگر ایک مسلمان علمی طور پر قرآن مجید کو اپنا دستورالعمل مان لے اور عملی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا عملی نمونہ سامنے رکھ کر زندگی بسر کرے تو یہ طریق کار اس کی نجات کا یقینی مکمل پروگرام ہوگا۔ اس طریق کار کو اختیار کرنے سے انسان کی دنیا اور آخرت کی دونوں زندگیاں سنور جائیں گی۔ اللھم اجعلنا منھم امین یا الہ العالمین

ساتویں

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵ (ترجمہ) جو کوئی دنیا چاہتا ہے تو ہم اسے سردست دنیا میں جس قدر چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گریگا اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کے لئے مناسب کوشش بھی کرتا ہے اور وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی

حاصل

یہ نکلا کہ جو شخص آخرت کی زندگی کی کامیابی کو مقصود بالذات بنائے گا وہ کامیاب ہوگا اور دوزخ سے بچے گا۔ اور دنیا کی زندگی کو مقصود بالذات بنانے والا یہ نہ سمجھے کہ جو وہ چاہے گا۔ اسے دنیا میں مل جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ جس کو جتنا چاہے گا عطا فرمائیگا

عقلمندی کا فیصلہ

تو یہی ہے کہ انسان آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کو مقصود بالذات بنائے اور اسی کی کامیابی کے لئے دنیا میں جد و جہد کرے۔

قرآن مجید کی دوسری صفت

(شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ) شیخ الاسلام حضرت مولینا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ کا حوالہ پہلے لکھ چکا ہوں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں "(قرآن مجید) دلوں کی بیماریوں کے لئے نسخہ شفا ہے"

انسانی بیماریوں کی دو قسمیں

انسان دو چیزوں کا مرکب ہے۔ جسم اور روح۔ اس کی بیماریوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ جسمانی مثلاً سر میں درد۔ پیٹ میں درد۔ گردے میں درد بخار وغیرہ۔ ان کا علاج تو اطباء اور ڈاکٹر کرتے ہیں۔ اور روحانی بیماریاں۔ شرک کفر۔ نفاق اعتقادی۔ حسد۔ کبر۔ ریاء وغیرہ ہیں۔ ان کا علاج قرآن مجید کے عالم عامل اور کامل کی صحبت میں ہوتا ہے۔ آج کل کی اصلاح میں ایسے جامع صفات حضرات کو صوفیائے کرام کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شریعت محمدیہؐ کی مخالفت کرنیوالے

جو شخص صوفی کہلائے اور اس کا مسلک شریعت محمدیہؐ (کتاب، و سنۃ) کے خلاف ہو وہ خواہ آسمان پر اڑتا ہوا آئے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے اور قبلہ عالم کہلائے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے اس کی بیعت کرنا حرام ہے اور اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔

تصوف کے مخالف جاہل

ہیں۔ یہ قاعدہ یاد رہے۔ کہ بعض اوقات ایک ہی مفہوم کے الفاظ مختلف زمانوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً آج کل مسلمانوں میں مولوی کا لفظ عالم کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے مبارک زمانہ میں عالم کے لئے یہ استعمال ہوتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ سندھ میں کسی زمانہ میں عالم کو مخدوم کے نام سے تعبیر کیا جاتا تھا مثلاً مخدوم محمد ہاشم صاحب۔ اس وقت مولانا محمد ہاشم نہیں کہا جاتا تھا۔ افغانستان میں آج کل بھی عالم کو مولوی کے نام سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بڑے مولوی صاحب کو ایں کلاں ملّا است سے تعبیر کیا جاتا ہے ملّا کا لقب افغانستان میں عزت کا لقب ہے۔ اور لاہور کے ارد گرد مُلا مردہ شو امام مسجد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس ماحول میں جس کو مُلا کہا جائے یہ اس کی توہین ہے۔ علیٰ ہذا القیاس

قرآن مجید میں جسے تزکیہ

کہا گیا تھا۔ آج کل اسے تصوف کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ جمعہ پارہ ۲۸ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صفتیں بیان فرمائی گئی ہیں (هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (ترجمہ۔ وہی (اللہ) ہے۔ جس نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں آپ کی چار صفتیں

بیان فرمائی گئی ہیں۔ (۱) تلاوۃ آیات یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن مجید سن کر انسان کو پڑھ کر سنانا۔ آج کل

یہ خدمت قرآن مجید سادہ پڑھانے والے حضرات انجام دے رہے ہیں۔ تزکیہ نفوس انسانوں کی روحانی امراض کا علاج کرنا۔ یہ کام آج کل کے دور میں حضور صلعم کی امت میں سے صوفیائے کرام انجام دے رہے ہیں۔ یہ بھی اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اللہ تعالےٰ ان حضرات کی نسل کو قیامت تک زندہ و پائندہ رکھے گا۔ اگر یہ حضرات دنیا میں موجود نہ ہوں تو محض عالم یا منکرین تزکیہ ہرگز انجام نہیں دے سکتے۔

اے منکرین تزکیہ کان کھول کر سنو

اگر تزکیہ شدہ حضرات دنیا میں موجود نہ ہوں تو روسی خیال (کمیونسٹ) کا ایک بے ایمان نوجوان تمہارے اسلام کو پھونکوں سے اڑا دے گا اور تم منہ تکتے رہ جاؤ گے۔ اس کے مقابلہ میں تمہاری علمی قابلیت کسی کام نہیں آئے گی۔ مثلاً وہ بے ایمان نوجوان یہ کہتا ہے کہ مسلمان کی قبریں کھود کر دیکھ لو

نہ کہیں بہشت ہے اور نہ دوزخ

نقل کفر کفر نباشد۔ وہ کہتا ہے کہ تمہارا پیغمبر جھوٹ بول گیا ہے کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے باغ ہوتی ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے گڑھا ہوتا ہے۔ اس بے ایمان کا منہ توڑنے کے لئے

تزکیہ شدہ کامل مقابلہ میں آئے گا

اور وہ کہے گا کہ چونکہ تم باطن کے اندھے ہو۔ اس لئے تمہیں قبر میں بہشت یا دوزخ کے آثار نظر نہیں آتے اور میں بفضلہ تعالیٰ وہ آثار دیکھتا ہوں۔ اور اگر تم میری صحبت میں رہ کر روحانی تربیت کراؤ تو کچھ مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہیں وہ دید حاصل ہو جائے گی۔ جس کی برکت سے تمہیں قبر کے حالات کا اندازہ ہو سکے۔

قرآن مجید کی تیسری صفت

ھدًی۔ راہ دکھانے والا

ھدًی کی معنی کے لحاظ سے دو چیزیں اور لازمی طور پر ماننی پڑتی ہیں قرآن مجید تو راہ دکھانے والا ہے۔ کس کو دکھائے گا۔ اللہ تعالےٰ کے ایماندار بندوں کو آخر ہر ایک راہ رو مسافر کی کوئی منزلِ مقصود ضرور ہوتی ہے۔ جہاں وہ پہنچنا چاہتا ہے۔ ایمانداروں کی منزلِ مقصود قیامت میں دربار الٰہی میں عزت سے پہنچنا ہے۔ اب تین چیزیں معین ہو گئیں۔

راہ نما = قرآن

راہ رو = مسلمان

منزل مقصود = دربار الٰہی

راستہ = اتباع سنتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اس تفصیل کا ثبوت

(قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ) (سورۃ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸) —

ترجمہ:۔ کہدو۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا — اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

حاصل یہ نکلا

کہ میری زندگی کا ہر لمحہ اور میرا ہر عمل حیات محض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہے۔ مقصود بالذات فقط اللہ تعالےٰ ہے۔

مسلمانوں کو حضور انور صلعم کے نقش قدم پر چلنے کا حکم

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْرًا ۝ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱) (ترجمہ۔ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ کی اور قیامت کی امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے

حاصل

یہ نکلا کہ مسلمان کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر عمل حیات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طرز پر ہونا چاہیئے۔

گزشتہ سطور کی یوں تعبیر کی جا سکتی ہے۔

کہ مسلمانوں نے دروازہ محمدیؐ سے گزر کر دربار الٰہی میں پہنچنا ہے۔

لہٰذا

ثابت ہو گیا کہ مسلمان کی زندگی کے لئے فقط قرآن مجید ہی علمی طور پر ہادی اور رہنما ہے اور عملی طور پر حضور انور کی پیروی ہی سے نجات حاصل ہو سکتی ہے

قرآن مجید کی چوتھی صفت رحمت ہے

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو بچہ اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کرے۔ اس کے متعلق ماں باپ کے دل میں شفقت اور مہربانی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ جو ماتحت اپنے افسر کی اطاعت کرے۔ افسر کے دل میں اس کی عزت بڑھتی ہے۔ اگر رعایا اپنے بادشاہ سے وفاداری کا حق ادا کرے تو بادشاہ کے دل میں رعایا کے حق میں مزید شفقت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

علیٰ ھذا القیاس

اگر انسان اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرے تو اس کی طرف سے انسان پر جتنی شفقت اور رحمت کا ظہور ہوگا۔ اس کا اندازہ انسان کی عقل کر ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالےٰ کا اپنا اعلان ہے (وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ ۝) سورہ ابراہیم رکوع ۵ پارہ ۱۳ — (ترجمہ) اور اگر اللہ تعالےٰ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو۔ بے شک انسان بڑا بے انصاف نا شکرا ہے۔

قرآن مجید میں بے نظیر رحمت

قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت سے جو رحمت الٰہی کا حصہ نصیب ہوتا ہے۔ وہ کسی دوسری کتاب کے پڑھنے سے نصیب ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن مجید کے ایک ایک حرف تہجی کے زبان سے نکلنے سے فی حرف دس دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ آپ اندازہ لگایئے کہ ایک پارہ ناظرہ پڑھنے ہی سے لاکھوں نیکیاں انسان کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ کیا

ایک ایک حرف تہجی پر دس دس نیکیاں خدا تعالےٰ کی رحمتیں نہیں ہیں۔

اور سُنئے

قرآن مجید پر عمل کرنے سے زمین اور آسمان کی برکتیں

انسان کو نصیب ہوتی ہیں

(وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ) الایۃ (سورۃ المائدۃ رکوع ۹ پارہ ۶)

ترجمہ:۔ اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس کو جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ (یعنی قرآن) تو اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔

شیخ الاسلامؒ کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ "یعنی تمام ارضی اور سماوی برکات سے ان کو متمتع کیا جاتا اور ذلت بدحالی اور ضیق عیش جو سزا ان کے عصیان و تمرد پر دی گئی تھی۔ اٹھا لی جاتی یہ رحمت بھی قرآن مجید کی برکت سے ہی انسان کو حاصل ہو سکتی ہے۔

دُعا

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَاجْعَلْهُ لَنَا اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً۔ آمین یا الہ العالمین۔



منعقدہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ : ۲۱ نومبر ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اما بعد آج کی معروضات کا حاصل عرض کرتا ہوں۔

دو چیزوں میں سے ایک کو ہی مقصود بالذات بنانا پڑے گا

اور جس کو مقصود بالذات بنایا گیا اس کے نتائج آخرت میں کیا ہونگے

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵)۔ (ترجمہ:۔ جو کوئی دنیا چاہتا ہے تو ہم اسے سردست دنیا میں سے بھی جس قدر جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گرے گا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کے لئے مناسب کوشش بھی کرتا ہے اور وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی۔)

اس آیت میں دونوں چیزوں کا ذکر ہے۔ ہم اس وقت جس جہان میں رہتے ہیں اس کا نام دنیا ہے۔ اس کے بعد ایک اور جہان ہے۔ جس کا نام آخرۃ ہے۔ قبر اس جہان کی ڈیوڑھی ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان جس چیز کو مقصود بالذات بناتا ہے۔ اس پر غیر مقصود کو قربان کر دیتا ہے۔ غیر مقصود پر مقصود کو قربان نہیں کرتا۔ مثلاً ایک باغ میں آم سنگترے۔ مالٹے وغیرہ کے علاوہ کیکر کے بھی درخت ہیں۔ باغ کی حفاظت کے لئے اس کا مالک کیکر کے درختوں کو کاٹ کر باڑ دے گا۔ آم۔ سنگترہ اور مالٹا کے درختوں کو کاٹ کر باڑ نہ دے گا۔

ان دونوں چیزوں میں سے ایک کو اصل اور ایک کو فرع بنانا پڑے گا۔ تعارض کے وقت ہم جس کو ترجیح دیں گے وہی مقصود بالذات سمجھی جائے گی۔ مثلاً ایک مسلمان کسی دفتر میں ملازم ہے۔ اگر وہ ظہر کی نماز کی اذان سن کر نماز کے لئے نہیں اٹھتا اور دفتر کے کام میں لگا رہتا ہے تو یہی کہا جائے گا کہ اس کے ہاں آخرت کی بجائے دنیا مقصود بالذات ہے۔ دوسرا ملازم دفتر کا کام چھوڑ کر نماز ادا کرتا ہے۔ اس کے متعلق کہا جائے گا کہ اس کو آخرت مقصود ہے۔ نماز کے متعلق کسی اللہ کے بندے نے کہا ہے ع

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

امتحانات میں بعض مضامین لازمی ہوتے ہیں اور بعض غیر لازمی۔ اگر ایک طالب علم لازمی مضامین میں پاس ہو تو ممتحن غیر لازمی مضامین میں رعایت کر دیتے ہیں۔ لیکن جو طالب علم لازمی مضامین میں سے کسی ایک مضمون میں فیل ہو تو اس کو کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی۔ مسلمان کے لئے نماز لازمی چیز ہے۔ قیامت کے دن یہی نماز الہی سے نجات دلائے گی جو دوزخیوں

سے جب پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس چیز نے دوزخ میں ڈالا تو وہ جواب میں کہیں گے۔ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (سورۃ المدثر رکوع ۲۹ پ ۲۹)۔ (ترجمہ:۔ وہ کہیں گے ہم نمازی نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهٗ الحدیث۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہؐ نے فرمایا عنقریب کسریٰ ہلاک ہوگا اور اسکے بعد اور کوئی … [illegible]

یہ پیشینگوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پوری ہوئی۔ اس وقت روم اور ایران کی دونوں سلطنتیں فتح ہو کر مسلمانوں کے تابع ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں۔ کمشنروں اور دوسرے افسروں کے نام ایک فرمان شاہی میں نماز کی اہمیت پر زور دیا تھا۔ اِنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِیْ الصَّلٰوةُ فَمَنْ حَفِظَهَا فَهُوَ لِغَيْرِهَا اَحْفَظُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ (ترجمہ:۔ تمہاری ذمہ داریوں میں سب سے زیادہ میرے نزدیک نماز ہے۔ پس جس شخص نے اس کی حفاظت کی۔ پس وہ اور ذمہ داریوں کی زیادہ حفاظت کرتا ہوگا اور جس شخص نے نماز کو ضائع کیا۔ وہ نماز کے سوا اور ذمہ داریوں کو بہت زیادہ برباد کرتا ہوگا)۔ جس پر اللہ تعالیٰ اس کا رسولؐ اور قرآن زور دے۔ جو شخص اس کو ضائع کرے۔ اس کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ اس کو دنیا ہی مقصود بالذات ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں ایک نہر پر نہیں چل سکتیں۔ ایک کو مقصود بالذات بنانا پڑے گا۔ اور جس کو مقصود بالذات بنائیں گے اس پر غیر مقصود کو قربان کرنا پڑے گا میں آپ سب کے لئے دعا کرتا ہوں آپ میرے لئے دعا کریں۔ میں آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ میں اپنے آپ کو پاکباز نہیں سمجھتا۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (سورۃ یوسف رکوع ۷ پ ۱۳)۔

ترجمہ:۔ اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا بے شک نفس تو برائی سکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آخرت کو مقصود بالذات بنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

دنیا کو مقصود بالذات بنانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ (ترجمہ ہم اسے سردست دنیا میں سے بھی جس قدر جس کو چاہتے ہیں۔ دیتے ہیں)۔ دنیا چاہنے والوں کو جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ وہی ملتا ہے۔ یہ نہیں کہ جو وہ چاہیں وہ سب کچھ مل جائے۔ ایک ہی پیشہ کے پیشہ وروں کو دیکھ لیجئے۔ ایک سے دولت سنبھالی نہیں جاتی اور ایک بسر اوقات بھی مشکل سے کرتا ہے۔ قسمت اچھی ہو تو مٹی میں ہاتھ ڈالا جائے تو وہ سونا بن جاتی ہے اور اگر قسمت کھوٹی ہو۔ تو سونے میں ہاتھ ڈالنے سے وہ مٹی بن جاتا ہے۔ مثلاً ایک ریلوے ملازم ریٹائر ہوا۔ بونس وغیرہ کل ستر ہزار روپیہ ملا۔ اس نے یہ روپیہ کاروبار میں لگا دیا۔ پہلے سال ستر ہزار کا چالیس ہزار رہ گیا۔ پھر دوسرا کاروبار شروع کیا تو چالیس ہزار سے بیس ہزار رہ گیا۔

مسلمانوں کو امارت میں جو کھانے پینے کی عادتیں پڑ جاتی ہیں وہ غربت میں بھی نہیں چھوٹتیں۔ اس لئے اکثر مسلمان تباہ ہو جاتے ہیں۔ ہندو ایک گاؤں میں جا کر پکوڑے بیچنے شروع کرتا تھا۔ چند سال بعد وہ مسلمان زمینداروں کی زمینوں کا مالک بن جاتا تھا۔ میں کہا کرتا ہوں۔ کہ زمیندار بیٹیوں اور بہنوں کو حصہ نہیں دیتے اور سودی قرضہ لیتے ہیں۔ اس لئے ان کے گھروں پر الّا ماشاء اللہ خدا کی لعنت برستی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لعن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ

اگر آخرت کے ساتھ دنیا بھی نبھ جائے فھو المراد۔ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (ترجمہ:۔ تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی)۔

درد دل کا اظہار کرتا ہوں کہ اسی لاہور میں ایسے آئمہ مساجد بھی موجود ہیں۔ جو شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ کتاب وسنت کی روشنی میں نہ خود زندگی بسر کرتے ہیں اور نہ اپنے متبعین کو ان دو نوروں کی روشنی میں چلاتے ہیں۔ میں ان کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کے راستہ کی طرف رہنمائی فرمائے وہ مجھ کو اپنا نہیں سمجھتے۔ لیکن میں ان کو اپنا سمجھتا ہوں۔ پرائمری اسکول میں ٹیچر کے لئے تو جے وی کی سند ضروری ہے۔ اسے مسلمان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں۔ جس کو قرآن مجید کی چند سورتیں یاد ہوں اس کو اپنا امام بنا لیتے ہو۔ اسی قسم کے آئمہ مساجد تمہارا ایمان خراب کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو آخرت مقصود بالذات نہیں ہے اگر آخرت مقصود بالذات ہوتی تو کتاب وسنت کی تعلیم کو کبھی نظر انداز نہ کرتے۔

سورۃ الحاقہ رکوع ۱ پ ۲۹ میں آخرت کو مقصود بالذات بنانے والوں اور آخرت میں ان کے نتائج کا ذکر آتا ہے۔ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝

ترجمہ۔ پس جس کو اس کا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ سو وہ کہے گا۔ لو میرا اعمالنامہ پڑھو۔ بے شک میں سمجھتا تھا کہ میں اپنا حساب دیکھوں گا سو وہ دل پسند عیش میں ہوگا۔ بلند بہشت میں جسکے میوے جھکے ہونگے۔ کھاؤ اور پیو۔ ان کاموں کے عوض میں جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے۔ ظَنَنْتُ۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ یعنی میں نے دنیا میں ہی حساب کتاب کا .... خیال رکھا تھا۔ آگے دنیا کو مقصود بالذات بنانے والوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِيَهْ ۝

ترجمہ اور جس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو کہے گا اے کاش میرا اعمالنامہ نہ ملتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش وہ (موت) خاتمہ کرنے والی ہوتی)

ادھر تو خود افسوس کرے گا۔ ادھر حکم ہوگا۔ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝

(ترجمہ:۔ اسے پکڑو۔ پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔ پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اسے جکڑ دو)

دنیا کو مقصود بالذات بنانے کا یہ نتیجہ ہے اور آخرت کو مقصود بالذات بنانیکا وہ نتیجہ

آخری چیز ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں ؏

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

انسان کی فطرت ہے کہ یہ صحبت کا رنگ لیتا ہے۔ دُنیا کو مقصود بالذات بنانے والوں کی صحبت میں آخرت مقصود بالذات نہ بنے گی۔ ؏

این خیال است و محال است و جنوں

جب آخرت مقصود بالذات نہ ہوگی تو دل میں خوف خدا نہ ہوگا۔ خوف خدا نہ ہوگا تو دُنیا بھی ہاتھ نہ آئے گی۔ دُنیا کو کسی بزرگ نے دیکھا کہ اس کی دُم اور سر پر بال نہ تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرا یہ حال کس لئے ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ جو مجھ کو مقصود بالذات بناتے ہیں۔ میں ان سے بھاگتی ہوں کبھی کسی کے ہاتھ میری دُم کا بال آ گیا تو وہ نوچ لیتا ہے۔ اس طرح میری دُم کے بال جاتے رہے۔ اللہ والوں کے پاس جاتی ہوں تو وہ مجھے جوتے مارتے ہیں۔ اس طرح میرا سر گنجا ہو گیا۔ حضرت امروٹیؒ کے حضور میں ایک زمیندار نے -/500 روپیہ کی تھیلی پیش کی اور عرض کی کہ حضرت آپ کا بڑا خرچ ہے۔ میں آپ کی مدد کے لئے یہ تھیلی لایا ہوں۔ حضرتؒ جلالی مزاج تھے۔ بگڑ گئے اور فرمایا۔ مجھے تیری مدد کی ضرورت نہیں اللہ کی مدد کافی ہے۔ پھر اس نے بہت منت سماجت کی۔ مگر حضرتؒ نے ایک دھیلہ بھی قبول نہ فرمایا۔ اللہ والوں کے سامنے بات کرنے کا سلیقہ بھی ہر ایک کو نہیں آتا۔ آخرت کو مقصود بالذات بنانا ہے تو ان کی صحبت اختیار کرنی پڑے گی۔ جو آخرت کو مقصود بالذات بناتے ہیں

اے مسلمان! تو دُنیا کو مقصود بالذات بنائے ہوئے ہے۔ تجھ سے اللہ تعالے ناراض ہے۔ اللہ تعالے جس سے روٹھ جاتا ہے۔ اس سے دنیا کی عقل بھی چھین لیتا ہے۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ الآیہ (سورۃ الحشر رکوع ۲ پ ۲۸)

(ترجمہ۔ اور ان کی طرح نہ ہو۔ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ پھر اللہ تعالے نے بھی ان کو (ایسا کر دیا) کہ وہ اپنے آپ ہی کو بھول گئے)۔ لاہور میں سُرخ مرچ نہیں ملتی۔ مرچوں میں اینٹیں پیس کر ملائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالے مجھے اور آپ کو آخرت کو مقصود بالذات بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

فخریہ نہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر دو باتیں عرض کرتا ہوں۔ میرے گھر والوں کو تعلیم ہی یہ دی گئی ہے۔ کہ ہر چیز ہی اللہ تعالے بھیجتا ہے۔ مولوی انور سے بڑے لڑکے کا نام بھی انور تھا اس کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ ایک دن ایک شخص چاولوں کی پلیٹ میرے گھر لایا۔ بچہ نے جا کر اپنی والدہ سے کہتا ہے۔ بے بے جی اللہ ہیٹھ کھلوتا ہے تے کہندا اے پلیٹ جلدی ویہلی کر کے لیا۔ (امی جان! اللہ تعالیٰ نیچے کھڑا ہے۔ اور کہتا ہے کہ پلیٹ جلدی خالی کر کے لے آؤ۔) کچھ دن تک جب کوئی چیز نہ آئی۔ تو ایک دن یہی بچہ کہنے لگا۔ ہُن بچارا اللہ آپ کھاندا ہووے گا ساڈوں نئیں بھیج دا۔ (اب اللہ خود کھاتا ہوگا۔ ہم کو نہیں بھیجتا) اس سے چھوٹی ایک بچی کا واقعہ ہے کہ وہ بھی بچپن ہی میں فوت ہو گئی تھی۔ اس نے ایک دن ہمسایوں کے دروازہ پر ایک دھیلہ پڑا ہُوا دیکھا۔ ماں سے آ کر کہتی ہے۔ کہ شیطان تاں کہندا سی چک لے۔ میں آکھیا نہ اللہ مارے گا۔ (شیطان تو کہتا تھا۔ اُٹھا لو۔ میں نے کہا نہیں اللہ مارے گا)

بچوں کی دینی تربیت کے باعث ایسے ہی خیالات ان کے ذہن نشین ہوتے ہیں۔

میں تو اپنے لئے یہ دُعا کرتا ہوں کہ صبح کا درس دینے کے بعد اور ظہر کی نماز سے پہلے پہلے اللہ تعالی میانی صاحب (لاہور کا قبرستان) میں پہنچا دیں۔ تاکہ نہ درس کا ناغہ ہو اور نہ نماز قضا ہو۔ آپ درس مجلس ذکر اور جمعہ کے لئے آ جاتے ہیں۔ اس میں میرا بھی بھلا ہے اور آپ کا بھی۔ آپ کے اعمال صالحہ سے شاید میری نجات بھی ہو جائے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ الدال علی الخیر کفاعلہ۔

راولپنڈی میں درس قرآن مجید

حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن۔ راجہ بازار۔ راولپنڈی کی درخواست پر حضرت مولانا شمس الحق صاحب سابق وزیر قلات نے راولپنڈی میں ہر مہینہ ایک دفعہ درس قرآن مجید دینا منظور فرما لیا ہے۔ تاریخ کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

(حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب)

بقیہ صفحہ ۳ سے آگے۔

کا نگہبان بھی وہی ہے جو اس کا خالق ہے۔ یہ خدا نخواستہ ہماری حفاظت کا محتاج نہیں۔

امداد مجروحین کی اوٹ میں

ریڈ کراس سوسائٹی کی افادیت سے تو کسی کو انکار نہیں۔ لیکن ہم سے چپ نہیں رہا جاتا جب ہم اس کاروبار میں بے حیائی اور فسق و فجور کا رستا ہُوا ناسور دیکھتے ہیں۔ اول تو یہ کہ پاکستان میں اس نام سے کوئی سوسائٹی نہیں ہونی چاہیئے۔ ریڈ کراس مصلوب مسیح کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ہمارے اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ ایسی سوسائٹی ضرور ہونی چاہیئے۔ لیکن اس کا نام اسلامی ہونا چاہیئے اور اسلامی عقائد و روایات کا آئینہ دار۔ پھر دوسرے جن ذرائع سے چندہ اکٹھا کیا جاتا ہے۔ وہاں زخمیوں کی امداد کی آڑ میں بے پردگی اور رقص و سرود وغیرہ کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ مسلمان لڑکیاں جو ہسپتالوں میں ملازم ہوتی ہیں۔ سرِ بازار نوجوانوں سے چندہ وصول کرتی ہیں۔ لڑکیوں سے چندہ اس لئے وصول کروایا جاتا ہے۔ کہ صنف نازک میں مردوں کے لئے جاذبیت ہے۔ اور اس کمزوری کے ذریعہ وہ روپیہ وصول کر سکتی ہیں۔ یہ انگریز کی معاشرت ہو تو ہو۔ لیکن مسلمانوں کے لئے ایسی حرکات سخت ناجائز اور اُن کی اخلاقی گراوٹ کی ذمہ دار ہیں۔

ہم حکومت اور عوام دونوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ایسے ضروری اداروں کو ضرور چلایئے۔ لیکن فحاشی اور بد اخلاقی کو ذریعہ آمدنی نہ بنایئے۔ ایسی سوسائٹیاں انگریز کا ورثہ سہی لیکن ان کی روایات اور رسم و رواج کو جمہوریہ اسلامیہ سے ختم کر دیجئے۔

ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور

ماسٹر لال الدین صاحب اخگر از گھڑیال کلاں ضلع شیخوپورہ

رہنمائے دین قیم ہادیٔ پیر و جواں   ناشرِ حکمت علومِ باطنی کا ترجماں
اس گئے گزرے زمانہ میں ہدایت کا نشاں   کیوں نہ ہو اسرار قرآنی کا ہے یہ رازداں

سونے والوں کے لئے پیغام بیداری ہے یہ
جاگنے والوں کے حق میں کیف و سرشاری ہے یہ

کتنی احسن خدمت اسلام کی تدبیر ہے   دیکھئے خطبہ عجب قرآن کی تفسیر ہے
اس کے ہر مفہوم میں ایمان کی تنویر ہے   یہ حدیثِ سیّد الکونین کی تعبیر ہے

طالب حق کے لئے پیغام نورانی ہے یہ
درس فرقانی ہے یہ اور ذکر سبحانی ہے یہ

"ذکر کی مجلس" ہے یا آثارِ رحمت کا ظہور   ذاکر و شاغل کے حق میں دولتِ کیف و سرور
کشف کی دنیا! وہ ارشادات میں پیغامِ نور   قلب مردہ کے لئے ہر بات ہے آوازِ صور

ہادیٔ راہِ طریقت کا حکیمانہ بیاں
تشنہ کاموں کے لئے دریائے رحمت ہے رواں

"ہفت روزہ" دینِ مرسل کا علمبردار ہے   'ہفت روزہ' ملّتِ اسلام کا شاہکار ہے
ظلمتِ باطل سے ہر دم برسرِ پیکار ہے   چشم بینا کے لئے یہ مطلع انوار ہے

سرمدی دولت کا حامل۔ داعیٔ راہِ یقیں
مشعلِ نورِ ہدایت قاسمِ دینِ متیں

یا الٰہی اس مجلہ کی اشاعت عام ہو   اس کی برکت سے زمانے میں سعادت عام ہو
قائدِ مذہب ہے یہ اسکی قیادت عام ہو   خادمِ ملّت ہے یہ اسکی سیادت عام ہو

درحقیقت یہ نوشتہ ہے ترا لطفِ عمیم
ہم سمجھتے ہیں اسے گلہائے جنّت کی شمیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری

(از محمد شفیع عمر الدین ۔ میں پور خاص)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں ۔ خدام الدین ۸ نومبر ۱۹۵۵ء)

ذکر الٰہی ۱۸

اُسوۂ حسنہ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۵ (الاحزاب رکوع ۳ ۔ پ ۲۱)

(ترجمہ ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ ہے ۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے ۔ (حضرت مولانا احمد علی صاحب)

یعنی رسول ؐ کی سختیوں کو دیکھو ۔ ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتا ہے ۔ سب سے زیادہ محنت اور اندیشہ اس پر ہے " (موضح القرآن)

"یعنی پیغمبر کو دیکھو ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں ۔ حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر ان ہی پر ہے ۔ مگر مجال ہے پائے استقامت ذرا جنبش کھا جائے ۔ جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی اُمید رکھتے ہیں ۔ ان کے لئے رسول اللہ کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے ۔ چاہیئے کہ ہر معاملہ ۔ ہر ایک حرکت و سکون اور نشست و برخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں ۔ اور ہمت و استقلال وغیرہ میں ان کی چال سیکھیں ۔ (حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رح)

خوشی کا موقعہ ہو یا غمی کا ۔ خورد و نوش ہو یا نقل و حرکت کا ۔ دینی تقاریب ہوں یا ہم خیال دوستوں کی محفلیں ۔ روزہ ہو ۔ حج ہو ۔ زکوٰۃ ہو ۔ ملازمت ہو تجارت ہو ۔ غرض جو بات بھی ہو ۔ اس طرف قدم تب تک نہ اٹھائے جب تک اسوۂ حسنہ سے صحیح منزل کا پتہ نہ لگا لے ۔ اور جب یہ پتہ لگ جائے تو چون و چرا کے بغیر اس پر چل پڑے ۔ فوراً سمعنا و اطعنا کہہ دے ۔ قال اللہ و قال الرسول سن کر فوراً مان کر عمل شروع کر دینا مومن کی شان ہے ۔ یہی شان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی ۔ یہ حضرات ہر بات میں اسوۂ حسنہ کا پہلو ملحوظ رکھتے تھے ۔ مثلاً حضرت ابن مسعودؓ کی مثال پر غور فرمایئے ۔ جن کی بلند پایہ مثال کے پیش نظر حضرت امام بخاری رح نے مسئلہ نکالا ہے ۔ کہ اگر شادی میں کوئی نامناسب بات دیکھے تو لوٹ آنا جائز ہے ۔ واقعہ یوں ہے ۔ آپ نے شادی والے مکان میں ایک تصویر دیکھی تھی ۔ اور مکان میں داخل نہ ہوئے اور لوٹ آئے تھے ۔ (بخاری شریف کتاب النکاح)

آپ نے اس اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے دکھا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تصویروں والا تکیہ دیکھ کر دروازہ پر ہی رک گئے تھے ۔ اندر تشریف نہ لے گئے تھے اور فرما دیا تھا "جس گھر میں تصویر ہوتی ہے ۔ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے (از بخاری شریف کتاب النکاح)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ اور دوسرے دو صحابہ کرامؓ سے جب غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام کرنے سے منع فرما دیا تھا اور خود بھی ہمکلام نہ ہوتے تھے ۔ ابو حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اس طرح جب بہت دن ہو گئے تو میں حضرت ابو قتادہؓ کی دیوار پھاند کر ان کے پاس گیا ۔ وہ میرے چچا کے بیٹے تھے ۔ میں نے ان کو سلام کیا ۔ مگر خدا کی قسم انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا (ابو داؤد کتاب السنۃ) اسوہ حسنہ کی پیروی کی کتنی بلند پایہ مثال ہے کہ رشتۂ قرابت بھی بسر مو غنتا مخل نہ ہو سکا

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی طبیعت کا رجحان رہبانیت کی طرف تھا ۔ کیونکہ اسلام میں اس بات کی رخصت نہیں ۔ لہذا رکے رہے اور فرمایا کرتے کہ اگر عثمان بن مظعونؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت اور تبتل سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں اس کو اختیار کر لیتا (سیر الصحابہ مہاجرین ماسابقین اعظم گڑھ حصہ اول) ۔ دیکھیئے آپ نے اپنی ذاتی خواہش کو ترک کر دیا اور سنّت کی پیروی کو ملحوظ رکھا ۔ یہ ہے ایک سچّے مومن کی شان

اب ایک واقعہ اسوہ حسنہ کی روشنی میں حضرت ابو ہریرہؓ کا سنئے ۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت حسنؓ کی ملاقات کی اور درخواست کی کہ حضرت حسنؓ اپنے شکم مبارک کا وہ حصّہ کھولیں ۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا ۔ لہذا یہ درخواست پوری کی گئی اور آپ نے محبّت سے اسی مقام پر بوسہ دیا ۔ (سیر الصحابہ جلد دوم بحوالہ مسند احمد)

حضرت ابوذر غفاریؓ سنّت نبوی کے بڑے عاشق تھے ۔ ایک مرتبہ آپ کو کسی سے دو چادریں ملیں ۔ ایک چادر آپ نے بطور تہبند باندھ لی اور اوپر ایک چھوٹی کمبلی اوڑھ لی ۔ دوسری چادر اپنے غلام کو دے دی ۔ جب آپ کو کہا گیا کہ آپ دونوں چادریں رکھتے تو بہتر تھا تو آپ نے فرمایا بات تو ٹھیک ہے ۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو تم کھاتے پیتے ہو ۔ وہی غلاموں کو کھلاؤ پہناؤ (ایضاً)

حضرت اسامہ بن زیدؓ ضعیفی کے عالم میں سوموار اور جمعرات کا مسنون روزہ نہ چھوڑتے تھے اور فرمایا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے ۔ (ایضاً)

دیکھیئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا پتے کی بات بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کلام فرماتے تھے ۔ کہ اگر شمار کرنے والا چاہتا تو آپ کے ہر ایک لفظ کو شمار کر سکتا تھا ۔ نیز فرمایا کہ تمہارے لئے تعجب کی بات نہیں ہے کہ فلاں شخص آیا اور میرے حجرہ کے برابر بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرنے لگا ۔ میں سُن رہی تھی لیکن چونکہ نفل نماز پڑھ رہی تھی ۔ اور

ہی نماز تمام کرنے نہ پائی تھی کہ وہ اُٹھ کر چلا گیا۔ اگر میری نماز کے خاتمہ تک وہ بیٹھا رہتا تو میں ضرور اس کی تردید کرتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح لگاتار کلام نہیں فرماتے تھے

مختصر ہر معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہمارے لئے واجب الفرض ہے۔ جب تین صحابہ کرامؓ میں سے ایک نے ارادہ کر لیا تھا کہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا۔ ہمیشہ روزہ رکھا کرونگا اور تیسرے نے یہ بات ٹھان لی کہ عورتوں سے الگ رہوں گا۔ نکاح نہ کروں گا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان باتوں سے روک دیا۔ فرمایا تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ تقویٰ کرتا ہوں اس کے باوجود روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جو میرے طریقہ سے اعراض کرے گا۔ وہ مجھ سے نہیں ہے (مشکوٰۃ شریف) یعنی سنت پر عمل اور بدعت (سنت کے برعکس عمل) سے بچنا واجب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو ردٌ (جو شخص ہمارے کام یا دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرے جو اس میں نہیں ہے۔ پس وہ بات ناقابل قبول نہیں (مشکوٰۃ شریف)

حضرت سیدنا و مرشدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ سنت کی پیروی کرو اور بدعات ایجاد نہ کرو۔ جن کا وجود دین میں نہیں اور اللہ تعالیٰ اور آنحضرتؐ کی اطاعت کرو۔ کوئی قدم ان کے حکم سے باہر نہ رکھو۔ (فتوح الغیب مقالہ ۔)

بقول حضرت امام غزالی قدس سرہٗ۔ مسلمانو اگر سعادت کی کنجی کی ضرورت ہو اور یہ ضرور ہونی چاہئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو۔ یعنی اپنے تمام حرکات وسکنات چلنے، پھرنے، سونے، اُٹھنے، کھانے، پینے کلام کرنے، لباس پہننے اور سب باتوں میں آپ کی پیروی کرو۔ اور جس قدر آپؐ کے اخلاق تھے۔ ان سب کو اختیار کرو۔ (اربعین)

حضرت محمد بن اسلمؒ خربوزہ نہ کھاتے تھے۔ کیونکہ آپ کو یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح کاٹ کر کھایا ہے۔ (اربعین)

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے وضو ص ۴۴

ص ۴۴ کا ایک ادب ترک ہو گیا تھا آپ نے چالیس برس کی نمازوں کو دُہرایا۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل)

حضرت محمد بن الفضل بلخی رحمۃ اللہ کا قول ہے۔ کہ بڑا بزرگ اور بڑا مجاہد وہ ہے جو (۱) شریعت کا پابند ہو اور (۲) سنت کی حفاظت میں بڑی رغبت دکھاتا ہو۔ جس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے وہ اس کے احکام پر چلنے کی زیادہ رغبت رکھتا ہے جو آنحضرتؐ کی متابعت سے دور ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بھی دور ہے (نفحات الانس جامیؒ)

کسے را کہ از شرع باشد شعار
نترسد ز آسیب روز شمار

باقی دارد

شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے

ایم عبد الرحمٰن (لدھیانوی) بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج منٹگمری

تخلیق عالم سے خدا کی قدرت کاملہ اور علم محیط وغیرہ صفات کی معرفت بوجہ اتم جب ہی پوری ہو سکتی ہے کہ مخلوقات میں اس کی ہر صفت کی صفات و کمالات کا اظہار ہو اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جہان میں مطیع و فرمانبردار اور باغی و مجرم ہر قسم کی مخلوق موجود ہو۔ نیز اعداء اللہ کو پوری زور آزمائی اور اُن کے پیدائشی اختیار و قوت کے تمام وسائل استعمال کرنے کی آخری حد تک مہلت و آزادی دی جائے پھر انجام کار حکومت الٰہیہ کا لشکر غالب ہو دشمن اپنے کیفر کردار کو پہنچیں اور بعد امتحان آخری کامیابی دوستوں کے ہاتھ رہے۔ اس کے بغیر کل صفات کمالیہ کے ظاہر ہونے کی کوئی صورت نہیں پس خیر و شر اور منبع خیر و شر کا پیدا کرنا اسی حکمت سے ہے کہ جو غرض تخلیق عالم کی ہے۔ یعنی صفات کمالیہ کا مظاہرہ وہ بغیر اس کے پوری نہ ہو سکتی تھی۔ اسی لئے ضروری ہوا کہ عدو اکبر ابلیس لعین کو جو منبع شر ہے پوری مہلت دی جائے کہ وہ تا قیام قیامت اپنے قویٰ و وسائل کو بھی کھول کر استعمال کرلے۔ لیکن یہ چیز ظاہر ہے کہ براہ راست اس محیط کل اور قادر مطلق کے مقابلہ پر ممکن نہ تھی۔ اسی لئے ضروری ہوا کہ خدا کی طرف سے بطور نیابت و خلافت ایک ایسی مخلوق مقابلہ پر لائی جائے۔ جس سے ابلیس لعین کو آزادی کے ساتھ جنگ آزمائی کا موقعہ مل سکے۔ پھر جب ملک وہ مخلوق حق نیابت اور وظیفۂ خلافت ادا کرتی رہے۔ خاص شاہی فوج (ملائکہ) سے اس کو کمک پہنچائی جائے اور باوجود ضعف و قلت کے اپنے فضل و رحمت سے انجام کار دشمنوں کے مقابلہ میں مظفر و منصور کیا جائے۔ پس خوب سمجھ لو کہ یہ زمین ابلیس اور آدم کا میدان جنگ ہے اور چونکہ پوری طرح جان توڑ مقابلہ اسی وقت ہو سکتا تھا کہ دونوں حریف ایک دوسرے سے خار کھائے۔ اس لئے تکویناً دو صورتیں ایسی پیش آ گئیں جن سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی دشمنی جاگزین ہو جائے۔ ابلیس آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کی بنا پر نیچے گرایا گیا اور آدمؑ کو ابلیس کی وسوسہ اندازی کی بدولت جنت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ ان واقعات سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی عداوت کی جڑ قائم ہو کر معرکہ کارزار گرم ہو گیا۔ شیطان کہنے لگا کہ رہزنوں کی طرح ان کے ایمانوں پر ڈاکہ ماروں گا۔ جن کے سبب مجھے یہ روز بد دیکھنا پڑا ہر طرف سے ان پر حملہ آور ہوں گا۔ یہ ابلیس لعین کا جو تخمینہ تھا صحیح نکلا۔ جنود الشیطان کی اس قدر کثرت بھی خلیفۃ اللہ کے قلیل التعداد لشکر کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکی۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ پ ۱۴ ع ۱۹۔ ترجمہ سو جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے۔ حدیث میں ہے خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلائے) معلوم ہوا کہ مومن کے لئے قرأت قرآن بہترین کام ہے۔ شیطان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے۔ خصوصاً قرأت قرآن بہترین

کام ہے۔ شیطان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے خصوصاً قرأتِ قرآن جیسے کام سے جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ کب ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتا ہے۔ ضرور اس کی کوشش ہوگی کہ مومن کو اس سے باز رکھے اور وہ اس میں کامیاب نہ ہو تو ایسی آفات میں مبتلا کر دے جو قرأت قرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں ان سب مغویانہ تدبیروں اور پیش آنیوالی خرابیوں سے حفاظت کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ جب مومن قرأت قرآن کا ارادہ کرے۔ پہلے صدق دل سے حقتعالیٰ پر بھروسہ کرے اور شیطان مردود کی زد سے بھاگ کر خداوند قدوس کی پناہ میں آ جائے اصلی استعاذہ (پناہ میں آنا) تو دل سے ہے مگر زبان و دل کو موافق کرنے کے لئے مشروع ہے۔ کہ ابتدائے قرأت میں زبان سے بھی "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ" پڑھے۔ جس نے خدا پر بھروسہ کیا اور اس کی پناہ ڈھونڈی۔ اس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا شخص کسی وقت محض تھوڑی دیر کے لئے مقتضائے بشریت شیطان کے چکمے میں آیا بھی۔ تب بھی شیطان اپنا قبضہ اور تسلط اس پر نہیں جما سکتا بہت جلد اس کی آنکھ کھل جائے گی۔ اور غفلت میں درازی نہ ہوگی۔ جو لوگ خود بخود شیطان کو اپنا رفیق بنا لیں اور بجائے ایک خدا پر بھروسہ کرنے کے اس پر بھروسہ رکھیں۔ گویا اس کو خدائی کا شریک ٹھہرا لیں۔ یا اس کے اغوا سے دوسری چیزوں کو خدا کا شریک مانیں انھیں پر شیطان کا پورا قبضہ اور تسلط ہے کہ جس طرح چاہتا ہے۔ انگلیوں پر نچاتا ہے۔

اگر کسی وقت مقتضائے بشریت مشرکین کی کسی نالائق حرکت پر آپ کو غصہ آ جائے اور شیطان لعین چاہے کہ دور سے چھیڑ چھاڑ کر کے آپ کو ایسے معاملہ پر آمادہ کر دے جو خلاف مصلحت ہو یا آپ کے خلقِ عظیم اور حلم و متانت کے شایاں نہ ہو۔ تو آپ فوراً اللہ سے پناہ طلب کیجئے۔ آپ کی عصمت و وجاہت کے سامنے اس کا کوئی داؤ نہیں چل سکے گا۔ کیونکہ خداوند قدیر جو ہر مستعید کی بات سننے والا ہے اور ہر حالت کا جاننے والا ہے۔ اس نے آپ کی حمایت کا تکفل فرمایا ہے۔ تمام متقین کے حق میں یہ محال نہیں کہ شیطان کا گزر اُن کی طرف ہو اور کوئی چرکہ لگا جائے۔ البتہ متقین کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغوا سے زیادہ دیر تک غفلت میں نہیں رہتے۔ بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدا کو یاد کر کے چونک پڑے۔ ٹھوکر لگی اور فوراً سنبھل گئے۔ آنکھیں کھل گئیں۔ غفلت کا پردہ دور ہو گیا۔ شیطان اول انسان کو کفر و معصیت پر ابھارتا ہے۔ جب انسان دام اغوا میں پھنس جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ اور تیرے کام سے بیزار ہوں۔ مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے۔ یہ کہنا بھی ریا اور مکاری سے ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی دوزخ کا کندہ بنا اور اُسے بھی بنایا۔ حضرت شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں۔ کہ شیطان آخرت میں یہ بات کہے گا۔ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُوْلًا (پ۱۹۔ ع۱)۔ ترجمہ: (اور شیطان آدمی کو ہر وقت پر دغا دینے والا ہے) یہ آدمی کو عین وقت پر دھوکہ دیتا ہے۔ اور بری طرح رسوا کرتا ہے۔

شیطان لعین مکذبین کو ان کے عمل اچھے کر کے دکھلاتا رہا اور وہ برابر شرارت میں بڑھتے رہے۔ آج وہ سب خدائی عذاب کے نیچے ہیں۔ اور شیطان جو ان کا رفیق ہے کچھ کام نہیں آتا نہ اُن کی فریاد کو پہنچ سکتا ہے۔

شیطان جس پر پوری طرح قابو کر لے اس کا دل و دماغ اس طرح مسخ ہو جاتا ہے کہ اُسے کچھ یاد نہیں رہتا کہ خدا بھی کوئی چیز ہے۔ بھلا اللہ کی بزرگی، عظمت اور مرتبہ کو وہ کیا سمجھے۔ شیطانی لشکر کا انجام یقیناً خراب ہے۔ نہ دُنیا میں ان کے منصوبے آخری کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں۔ نہ آخرت میں عذاب شدید سے نجات پانے کی کوئی سبیل ہے۔

جن یا آدمیوں میں کا جو شیطان انسان کو اپنی طرف بلائے۔ یہ فوراً اسی کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ گویا گمراہ ہونیکی ایسی کامل استعداد رکھتا ہے کہ کوئی شیطان کسی طرف پکارے اس پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ شیطان مرید کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ جو اس کی رفاقت اور پیروی کرے۔ وہ اپنے ساتھ اُسے بھی لے ڈوبتا ہے اور گمراہ کر کے دوزخ سے ورے نہیں چھوڑتا

شیطان کو یہ طاقت نہ تھی کہ لاٹھی لے کر ان کو زبردستی راہ حق سے روک دیتا۔ ہاں بہکاتا اور پھسلاتا ہے۔ اور اتنی قدرت بھی اس لئے دی گئی کہ بندوں کا امتحان و ابتلا منظور تھا۔ دیکھیں کون آخرت پر یقین کر کے خدا کو یاد رکھتا ہے اور کون دُنیا میں پھنس کر انجام سے غافل ہو جاتا اور بے وقوف بن کر شک اور دھوکہ میں پڑ جاتا ہے اللہ کی حکمت کا مقتضا ہی یہ تھا۔ کہ دنیا میں انسان کے لئے دونوں طرف جانے کے لئے راستے کشادہ رکھیں۔

تعجب ہے۔ آج آدم کی اولاد اپنے رب کی جگہ اُسی دشمن ازلی اور اُس کی اولاد کو اپنا رفیق و خیرخواہ اور مددگار بنانا چاہتی ہے۔ اس سے بڑھ کر بے انصافی اور ظلم کیا ہوگا۔ دُنیائے فانی کی ٹیپ ٹاپ پر مغرور ہو کر آخرت سے غافل ہو جانا۔ شیطان چاہتا ہے کہ ہم اپنے اصلی و آبائی وطن (جنت) میں واپس نہ جائیں۔ اس کا مطمح نظر یہ ہے کہ دوست بن کر ہم سے پرانی دشمنی نکالے۔ آدمی کو لازم ہے کہ ایسے چالاک دشمن سے ہوشیار رہے جو لوگ دنیوی متاع پر مغرور ہو کر ضعفا کو حقیر سمجھتے ہیں وہ تکبر و تفاخر میں شیطان لعین کی راہ پر چل رہے ہیں۔

فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ

پ۱۳ ع۱۶ (ترجمہ۔ سو الزام نہ دو مجھ کو اور الزام دو اپنے آپ کو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچو)

(تفسیر) حساب کتاب کے بعد جب جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہو چکے گا اُس وقت کفار دوزخ میں جا کر یا داخل ہونے سے پہلے ابلیس لعین کو الزام دیں گے کہ مردود! تو نے دُنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں گرفتار کرایا۔ اب کوئی تدبیر مثلاً سفارش وغیرہ کا انتظام کر تاکہ عذاب الٰہی سے رہائی ملے۔ باقی بر صفحہ ۱۹ پر

غلامی اور اسلام

از جناب جمیل احمد صاحب مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً

یورپ کے اثرات سے مسلمانوں میں بھی یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ اسلام میں غلامی کا مسئلہ کیوں ہے۔ سلطان صلاح الدین وغیرہ سے شکستیں کھانے کے بعد یورپ والوں کے جب ذرا ہوش درست ہوئے تو انھوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں میں سے اول تو جہاد کا جذبہ ہی نکال دیا جائے اور جو کچھ رہ جائے اس میں اس کی کوشش کی جائے کہ غلامی سے نفرت ہو جائے تا کہ یورپی قیدی ان کے غلام نہ بن سکیں۔

یورپ زدہ طبقہ میں آپ یہ دونوں باتیں خوب دیکھیں گے۔ کہ جہاں تک ان سے ہو سکتا ہے اپنا پورا زور اس پہ ختم کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ اسلام میں جہاد ہے ہی نہیں اور جو کچھ احکام اس کے لئے ہیں وہ اقدامی جہاد کے لئے نہیں ہیں بلکہ دفاعی کے لئے ہیں حالانکہ یہ اسلام پہ کھلی تہمت ہے۔

آیت وقاتلوا الذین یلونکم من الکفار جو جو کافر تمہارے قریب ہیں۔ ان سے جہاد کرو۔ اور بہت آیات و احادیث دنیا کو کفر کی شوکت سے پاک کرنے کے لئے اولاً یعنی اقدامی جہاد کا حکم دے رہی ہیں۔

دوسرے اس پہ زور لگانا شروع کر دیا ہے کہ اسلام میں غلامی کا مسئلہ نہیں ہے یہ ملاؤں کی ایجاد ہے اور جب کوئی شخص اس کے لئے آیات و احادیث پیش کرتا ہے جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں تو تاویلات کے دروازے کھولتے اور حیرت میں پڑ کر رہ جاتے ہیں یا اسلام پہ اعتراض کرتے ہیں۔

لیکن افسوس اس پہ ہے کہ یورپ کے دھوکہ میں آ کر یہ لوگ شک میں تو پڑنے لگے اور اس پہ کبھی غور نہ کیا کہ غلامی کون سی معیوب ہے۔ اور کون سی محبوب، انسان مخلوق ہے۔ خدا تعالےٰ خالق، آدمی عبد ہے۔ اور باری تعالےٰ معبود، انسان کو خدا کے سامنے بندہ غلام اور انتہائی عاجزی کرنے والا ہونا ضروری ہے اور یہاں یہی صورت ہے لیکن انسان کو انسانی احکام یعنی انسان کا غلام بنانا بے شک انسانیت کی توہین ہے۔ وہ لوگ انسان کی توہین کے مرتکب جو انسان کو کسی انسان کے اصول و آئین کا پابند اور غلام بنانا چاہتے ہیں۔ تمام دنیا اس انسانیت کی توہین میں مبتلا ہے کہ انسان کو اس طرح انسانی قوانین کا پابند کر کے انسان کا غلام بناتی ہے۔ یہ فخر صرف اور صرف اسلام کو حاصل ہے کہ وہ انسان کو انسان کا غلام یا حیوانات و جمادات و نباتات کا غلام نہیں بناتا۔ بلکہ ایک خدائے وحدہ لاشریک لہ کا بندہ قرار دیتا اور اس کے احکام کا پابند دیکھنا چاہتا ہے۔

کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ ساری کی ساری دنیا تو انسان کو انسان بلکہ انسان سے بھی کم درجہ کے عادات و فیشن و آلات وغیرہ کا غلام بناتی ہے اور سارا عالم اندھا ہو کر اس غلامی کے طوق کو اپنی گردن میں خوشی خوشی ڈال لیتا ہے اور اسلام جو انسان کو اس جیسے انسان یا اس سے کم حیثیت کی کسی چیز کا غلام نہیں بناتا بلکہ تکمیل انسانیت کے لئے اس کے معبود سے اس کو ملاتا اور خالص اسی کا عبد و غلام بناتا ہے۔ آج بھی دنیا اسلام پہ اعتراض کرتی ہے شبہ پیدا کیا جاتا ہے تو اس پہ کہ اسلامی جہاد کے بعد کافر قیدیوں کو مسلمان مجاہدین کا غلام بنا دیا جاتا ہے۔ یہ اسلام ہی انسان کو انسان کا غلام بنا دیتا ہے۔ لیکن ذرا سا غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر انصاف کے ساتھ آپ غور کر کے دیکھیں گے۔ تو معلوم ہو گا کہ اول تو یہ انسان کی غلامی ہی نہیں محض عارضی صورت ہے۔ بلکہ اس شخص کو اپنے خالق و معبود کی بغاوت سے ہٹا کر اس کا عبد اور غلام بنانا ہے۔ نام گو انسان کی عارضی غلامی کا ہے۔ مگر یہ بہت ہی معمولی زمانہ کے لئے اور عارضی اور صرف نام ہی نام ہے۔ حقیقت اس کی کچھ نہیں بلکہ در اصل اس کو تکمیل انسانیت کی محرومی سے بچا کر تکمیل انسانیت میں ایک بہترین طریق سے لگایا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو جو نام کی غلامی ہے حقیقی غلامی نہیں کہا جا سکتا۔ صورت اور ظاہریں محض عارضی نام غلامی کا ہے ورنہ یہ تو تکمیل انسانیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ اس نام نام کی صوری و ظاہری غلامی میں کس قدر اس کی راحت اور تمدنی و اقتصادی فوائد ہیں وہ بھی سوچنے سمجھنے کے ہیں یہ ایسے مصالح ہیں کہ دنیا بھر کا کوئی قانون کوئی حکومت اور کوئی مجلس ایسا اصول پیش نہیں کر سکی ذرا غور سے ملاحظہ فرمایا جائے کہ اس کی دنیا اور آخرت کس عمدگی و سہولت سے اور اس قدر سنواری گئی ہے کہ ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ تعجب ہے کہ ایسے عمدہ اصول کو یورپ کی عیاری سے مشکوک نظر سے دیکھا جانے لگا ہے۔

آج اگر ہم جنگ و جہاد میں دس لاکھ قیدی گرفتار کر کے لاتے ہیں تو ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیئے اگر گرفتار کرنے کے بعد ان سب کو قتل کر ڈالا جائے تو یہ انتہائی انسانیت سوز ظلم ہے اور اگر سب کو بند رکھا جائے پھر بھوکا ننگا رکھ کر مار دیا جائے تو یہ اس سے بھی زیادہ سخت ظلم ہے اور اگر ان کو قید میں رکھ کر ان کے کھانے پینے پہننے کے اخراجات حکومت پہ ڈالے جائیں تو کم سے کم بیس لاکھ روپے روز کا حکومت پہ اس قدر زبردست خرچ پڑتا ہے۔ جس کا کوئی علاج نہیں۔ بعض حکومتوں نے قیدیوں سے مشقتیں اور کام لینے کی تدبیریں اسی بار سے بچنے کے لئے کیں۔ مگر سب جانتے ہیں۔ کہ اس سے حکومت کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہو سکا۔ خرچ کے مقابل نفع معدوم ہی سا رہا۔

اسلام نے ایسی بہترین صورت اختیار کی ہے کہ ایک ایک آدمی ایک ایک مجاہد کو تقسیم کر دیا جائے ظاہر ہے کہ ایک گھرانے پہ ایک آدمی کی خورد و نوش وغیرہ کا کچھ بار نہیں پڑتا۔ پھر اگر کوئی بار بھی محسوس ہو تو اس کو اس طرح ہلکا کر دیا گیا کہ جو شخص جس کام کا اہل ہو اس سے وہ کام بھی لے لیا جائے۔ اور اس طرح وہ خاندان کا ایک فرد بن جائے

اور جس طرح آدمی کئی بیٹوں کی نگرانی میں کئی دکانیں کئی کاروبار کر لیتا ہے اگر ایسے غلام مل جائیں تو کئی کام کر سکنے کی سہولت ہو جاتی ہے۔

۲۔ حکم یہ ہے کہ جو خود کھاؤ وہ غلاموں کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہ ان کو پہناؤ۔ ان کی طاقت سے زاید کام نہ لو۔ مشقت کے کاموں میں ان کے ہاتھ بٹاؤ، کھانا پکا کر لاؤ تو پہلے اس کو دو خود بعد میں کھاؤ، تعلیم و تربیت کرو، دین و دنیا کے کام سکھاؤ اور پھر مسلمانوں نے ایسا کر کے دکھا بھی دیا ہے۔ تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں۔ حضرت عمر رضہ جب فتح بیت المقدس کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں پہنچنے کے وقت اتفاق سے غلام کے سوار ہونے اور آپ کے نکیل پکڑ کر چلنے کی نوبت تھی یہ غلامی غلامی نہیں، نام ہی نام کی غلامی تھی۔ دراصل غلام اہل و عیال کی طرح گھر کا ایک فرد تھا۔

۳۔ اگر کوئی شخص تنگ دست ہو خود اپنے اہل و عیال ہی کے کھانے پینے کے لالے پڑے ہوں تو اس کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو کسی کھانے پینے اور مالدار شخص کے یہاں اس کو بیچ دے اور اس سے اس کے بدلہ میں کچھ دولت لے کر خود کاروبار کر کے اپنے حالات سدھارے اور اس کو فقر و فاقہ کی زندگی کے بجائے دولتمندانہ زندگی کا شریک کر دے۔ اس کا نام خرید و فروخت رکھ لیا جائے یا کچھ اور۔ اور اگر پھر اس کے کاروبار میں خسارہ ہو کر اس کی حالت پھر کمزور اور فقر و فاقہ تک نوبت لے آئے تو اس زندگی سے سبکدوشی اور دولتمندانہ زندگی بسر کرتا رہے گا۔ یعنی آقا گو فقر و فاقہ میں رہے مگر غلام کے لئے آسودگی کا سامان فراہم کرے۔ پر دوسرا آقا بھی اگر ناگوار حالات سے دو چار ہو تو اس کو کسی اور آسودہ حال کے حوالہ کر کے وہ بھی اپنے حالات کو درست کر سکے اور یہ پھر آسودگی میں گذر کرے غرض آقاؤں پر تنگی ہو تو ہو غلام کسی آسودہ کے پاس ہی رہے گا۔ کیوں کہ اس کو لے لینا آسودگی کے بغیر نہ ہو سکے گا۔

۴۔ اسلام نے صحت و بقا کا ایک شکریہ عیدالفطر کے دن صدقہ فطر ادا کرنا ہر آسودہ شخص پر واجب کیا ہے مگر خود اپنی ہی ذات کا نہیں اپنی نابالغ اولاد کا بھی، ان سب غلاموں کا بھی جو اس کی ملک میں موجود ہے اس طرح اس غلام نام کے شخص کو بھی اس کے گھر کا ایک فرد قرار دیا ہے بلکہ عزیز ترین فرد کیونکہ بیوی اور بالغ اولاد کا صدقہ فطر اس پر واجب نہیں اگر وہ خود مال دار ہیں ان پر واجب ہے ورنہ کسی پر نہیں اور غلام مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ اس کا صدقہ فطر آقا کے ذمہ واجب ہے۔ جس طرح نابالغ پر شفقت کامل ہے اور اس کا صدقہ باپ پر واجب کیا ہے اسی طرح غلام کا بھی واجب ہے۔ یہ اس کی صاف دلیل ہے کہ غلام کو گھرانہ کا عزیز ترین فرد قرار دیا گیا ہے

۵۔ تاریخ بھری پڑی ہے کہ مسلمانوں نے غلاموں کو تعلیم دی، کاروبار سکھائے کام کرائے بڑے بڑے کارخانے اور فرمیں غلاموں نے چلائیں بلکہ بادشاہت تک غلاموں نے کی ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وہ بادشاہ جس کے نام سے یورپ لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے صلاح الدین ایوبی کون تھا۔

۶۔ غلام، غلام رہتے ہوئے تو خاندان کا فرد تھا ہی، آزاد ہونے پر بھی اس کا تعلق قائم رکھا ہے جس کا شرعی نام ولاء ہے اس کے ذریعہ اس کا تعلق میراث جیسے اہم معاملہ میں بھی آقا سے رہتا ہے۔ اگر اس کا کوئی نسبی عزیز نہ ہو۔

۷۔ حدیث شریف مولی القوم منہم (کسی قوم کا آزاد کردہ غلام انہی ہی کا ہے) نے آزاد شدہ کو بھی اسی خاندان کا فرد بنا دیا ہے۔ چنانچہ جس طرح بنی ہاشم کو فرض و واجب صدقات حلال نہیں ہیں ان کے غلام کے لئے تو کیا آزاد شدہ غلام کے لئے بھی حلال نہیں یعنی اس غلام کو وہ عزت بخشی کہ جس طرح گناہوں کا میل یعنی صدقات و خیرات خاندان نبوت کی توہین کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی بھی توہین کا سبب ہے۔ دوسرے آقاؤں کو بھی یہ عزت حاصل نہیں جو ان غلاموں کو حاصل ہے۔ غور کیجئے، سوچئے سمجھئے کہ یہ غلامی غلامی ہے یا آقائے اسلام نے تمدن و معیشت میں بھی اس کو آقائی عطا کی ہے گو نام عارضی طور پر غلامی ہے اور آخرت کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے عذابات سے بھی نجات دلاتی ہے۔

۸۔ اسلام عالم انسانی کے واسطے خدائے قدوس سے ملنے کا آخری پیغام ہے اس کی تعلیمات کا جزء اعظم ہے کہ خدا کی باغی مخلوق، خدا کو چھوڑ کر بتوں اور صلیبوں کو پوجنے والی مخلوق کو جس طرح ہو سکے اسی کا راستہ دکھلایا جائے۔ پھر ایک دو دفعہ تقریر و تحریر سے اس قدر فائدہ نہیں ہو سکتا جس قدر اہل اسلام سے میل جول سے ہر وقت اسلامی تعلیمات پر غور و خوض کرنے اور اسلامی اخلاق و معاملات وغیرہ دیکھتے رہنے اور ایمان و بے ایمانی کے فرقوں کے مشاہدہ کرنے نجات کے طور طریق کو خوب پرکھنے برتنے اور ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنے سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور بغیر کسی جبر و تشدد کے اپنی صحیح رائے قائم کرنے کا موقعہ مل سکتا ہے۔

خدائے قدوس کے باغیوں کو خدا کا بندہ اور اللہ والا بنانے کا کس قدر سہل اور موثر طریقہ ہے کہ حسب عادت ناشناس دس لاکھ آدمی اس طرح اسلام سے روشناس ہو کر بغاوت الہٰی کے نقائص سے بچتے اور حب الہٰی کے جام سے ایک دم سرشار ہو سکتے ہیں جو اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی فلاح کا ضامن ہے حق تو یہ ہے کہ ہزار آزادیاں اس غلامی پر قربان ہیں۔ جو شیطان کی غلامی سے بچا کر اللہ کی بندگی اور انسانیت کی انتہائی تکمیل کا سبب بن رہی ہے۔

لہٰذا جس کو یہاں برائے نام غلامی قرار دیا ہے وہ ان کی نجات اور انسانیت کے انتہائی کمالات حاصل کرنے کا نہایت ہی سہل ترین زینہ ہے اگر قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اس سے بہتر قانون دنیا بھر میں کہیں آپ کو نہ مل سکے گا۔

کوئی جبر و اکراہ نہیں پاس۔ ہر تعلیم کے مطالعہ کا موقعہ دیتا ہے۔ پھر بھی کوئی اپنی غلط روش پر قائم رہے تو اس پر کوئی دارو گیر نہیں ہے۔ وہ غیر مسلم ہوتے ہوئے بھی برابر ساتھ رہ سکتا ہے اور ان سب مراعات کا حقدار رہتا ہے جو غلاموں کے لئے آقائے دو جہاں صلی اللہ علی وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔

باقی پھر

تبصرہ

۱۔ مقالاتِ طیبات حصہ اول

مصنفہ حکیم الاسلام حضرت مولینا قاری محمد طیب صاحب۔ مہتمم دارالعلوم دیوبند ضخامت ۸۸ صفحات۔ قیمت مجلد ایک روپیہ

۲۔ شہیدِ کربلا:۔

مصنفہ حضرت مولینا محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ضخامت ۱۰۱ صفحات قیمت مجلد ایک روپیہ

(۱)۔(۲) کاغذ۔ کتابت اور طباعت بہتر۔ یہ دونوں کتابیں ادارہ تاج المعارف دیوبند کے سہ ماہی پروگرام کی پندرھویں اور سولھویں کتابیں ہیں۔

(۱) یہ کتاب مندرجہ ذیل تین مقالات پر مشتمل ہے:۔

أ۔ میلاد النبیؐ کی حقیقت اور ذکر میلاد کی حقیقی غرض و غایت (۲۹ صفحات)

ب۔ اردو کی شرعی حیثیت (۴۳ صفحات)

ج۔ تصویر اسلام کے آئینہ میں (۱۳ صفحات)

(ل) اس مختصر سے رسالہ کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے قبل دنیا کی اخلاقی حالت کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں "ولادت جسمانی کا راز" اور تیسرے حصہ میں "ولادت روحانی کا راز" پیش کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل از بعثت چالیس سالہ حیات طیبہ کو ولادت جسمانی اور بعثت کو ولادت روحانی سے تعبیر کیا گیا۔ موجودہ دور میں ولادت جسمانی کے ذکر کی مجالس کے متعلق فرماتے ہیں۔ ذکر رسولؐ کے سلسلہ میں وہ (عاشق رسولؐ) محض ذکر ولادت پر قناعت کرکے نہ بیٹھ جائے۔ بلکہ ذکر ولادت روحانی اس سے زیادہ کرے تاکہ طریقہ نبوت کا عملی پروگرام اس کے سامنے ہمہ وقت گھومتا رہے۔ اس کا مطلب ذکر ولادت جسمانی سے روکنا نہیں کہ وہ بھی موجب خیر و برکت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ذکر ولادت جسمانی کرے تو اپنی طرف سے اختراعی قیود لازم نہ کرے۔ سادگی سے ذکر ولادت کیا جائے۔ یعنی صحیح اور مستند روایتیں پڑھ کر سنا دی جائیں۔ دونوں کا آپس میں جو تعلق ہے اس کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔ "ولادت جسمانی تمہید تھی اور یہ ولادت روحانی حقیقی مقصود تھا جو تمہید کے بعد ظاہر کر دیا گیا"۔ اسی کو آگے چل کر دوسرے الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں "ذکر میلاد جسمانی ایک صورت ہے اور ذکر میلاد معنوی (روحانی) ایک روح اور حقیقت ہے اور محض صورت پر قناعت کر لینا اگرچہ ثواب سے خالی نہ ہو۔ لیکن ایک ایسا عمل ہے۔ جس کے اندر کوئی شرعی روح نہیں"۔

مقالہ اسم بامسمیٰ ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرے دونوں مقالے بھی فی زمانہ بہت اہم ہیں۔ ہم طوالت کے خوف سے ان کے اقتباسات پیش نہیں کرنا چاہتے۔ صرف اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ کہ قاری صاحب قبلہ نے دونوں کو دلکش بنا دیا ہے۔ مغرب کے دلدادہ نوجوان کے لئے ان مقالات کا مطالعہ بہت فائدہ مند ثابت ہوگا۔

(۲) جگر گوشۂ رسولؐ۔ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کے متعلق بہت سی کتابیں اردو میں لکھی جا چکی ہیں۔ ہر ایک کا رنگ علیحدہ علیحدہ ہے اس مختصر سی کتاب کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں کوئی غیر مستند روایت شامل نہیں کی گئی اور یہ فی زمانہ بہت بڑی خوبی ہے۔ کتاب کا انداز بیان دلکش ہے۔ ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر کتاب کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ رنگ آمیزی سے کسی کتاب کو دلچسپ بنانا لیکن حقیقت بیان کرکے کتاب کو دل پسند بنانا یہ مفتی صاحب کی ہی قلم کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس کتاب سے واقعہ کربلا کی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔



بچوں کا صفحہ

(۱) آپ کا پورا نام ابوالحسن بن حمید الصعیدیؒ ہے۔ آپ ابن صباغؒ کے لقب سے اس لئے مشہور ہیں۔ کہ آپ کا باپ صباغ (رنگریز) تھا۔

(۲) باپ کی یہ تمنا تھی کہ میرا بیٹا بھی رنگریز بنے۔ مگر آپ کے لئے یہ بات بڑی کٹھن تھی۔ کیونکہ آپ کا رجحان حضرات صوفیائے کرام کی مجالس میں حاضری کا تھا اور آپ ان کے نقش قدم پر چلتے۔ اس لئے رنگریزی کا کام نہ ہو سکتا تھا۔

(۳) ایک دن باپ دُکان پر آیا۔ دیکھا کہ لوگوں کے کپڑے بغیر رنگے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ اور ان کو رنگا نہیں گیا۔ اس بات پر باپ ناراض ہوئے۔

(۴) دُکان میں بہت ساری کڑاہیاں تھیں۔ ہر ایک میں جُدا جدا قسم کا رنگ گھولا ہُوا تھا۔ جب آپ نے باپ کا غصّہ دیکھا سب کپڑے اُٹھائے اور ان کو ایک ہی کڑاہی میں ڈال دیا۔ اس پر باپ اور بھی زیادہ خفا ہوا۔ اور کہا کہ تو نے یہ کیا کر دیا۔ لوگوں کے کپڑے خراب کر دیئے کیونکہ ہر ایک شخص نے مختلف رنگ کرانے کو کہا تھا۔ تو نے سب کو ایک ہی رنگ میں ڈال دیا۔

(۵) حضرت ابوالحسن صاحبؒ نے کڑاہی میں ہاتھ ڈالے۔ سب کپڑوں کو ایک ہی دفعہ باہر نکالا۔ اب ہر کپڑے کا وُہی رنگ ہو گیا جو کپڑے کے مالک نے کہا تھا۔

(۶) باپ نے جب یہ کرامت دیکھی تو حیران رہ گیا۔ اور بیٹے کو صوفیائے کرام سے سلوک کی منازل طے کرنے کی اجازت دے دی اور رنگریزی کے دھندے سے چھٹکارا کر دیا۔ (از نفحات الانس جامیؒ)

(۷) جس طرح اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو معجزے عطا ہوتے ہیں۔ اسی طرح پابندِ شریعت بزرگان دین کے ہاتھوں سے بعض اوقات کرامتیں ظہور میں آتی ہیں۔ یہ کرامتیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کو عطا ہوتی ہیں۔

(۸) بزرگان دین کرامتیں ہوتی دیکھ کر خوش نہیں ہوتے۔ بلکہ کرامتوں کو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی طرف زیادہ متوجہ ہو جاتے ہیں۔ شریعت کی پابندی میں زیادہ گرمجوشی دکھاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا مقصد اپنے مولیٰ پاک جل شانہ کو راضی کرنا ہوتا ہے اپنے نفس کی خوشی کسی بات میں درکار نہیں ہوتی۔ لوگوں کی واہ وا بھی مقصود نہیں ہوتی۔

شیطان انسان کا کھُلم کھُلا دشمن ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۵ سے آگے :-

تب شیطان اُن کے سامنے لیکچر دے گا۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ بے شک اللہ تعالےٰ نے صادق القول پیغمبروں کے توسّط سے ثواب و عقاب اور دوزخ و جنّت کے متعلق سچے وعدے کیے تھے۔ جن کی سچائی دُنیا میں دلائل و بُرہان سے ثابت تھی اور آج مشاہدے سے ظاہر ہے۔ میں نے اس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کئے۔ جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنےٰ فکر و تامّل سے واضح ہو سکتا تھا۔ اور یہاں تو آنکھ کے سامنے ہے۔ میرے پاس نہ حجّت و بُرہان کی طاقت تھی۔ نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کر دیتا بلاشبہ میں نے بدی کی تحریک کی۔ اور تم کو اپنے مشن کی طرف بلایا۔ تم جھپٹ کر خوشی سے آ گئے۔ اور میں نے جدھر شہ دی اُدھر ہی اپنی رضا و رغبت سے چل پڑے۔ اگر میں نے اغوا کیا تھا تو تم ایسے اندھے کیوں بن گئے کہ نہ دلیل سنی نہ دعوے کو پرکھا۔ آنکھیں بند کرکے پیچھے ہو لئے۔

پیغام

از خادم کیتھلی مُلتان

للہ تم اک کام کرو
دین کا اونچا نام کرو
دہر میں حق کا نام کرو
فکر و نظر کو عام کرو
عظمت دیں اور پنجۂ غیر
تم اسلام اسلام کرو
جس میں شعاعِ نور نہیں
ایسی سحر کو شام کرو
حسنِ نظر سے کلیوں کو
فطرت کا پیغام کرو
چیخ رہی ہے عصمتِ دیں
مجھ کو مت نیلام کرو
اپنی خطا کو توبہ سے
رحمت کا انعام کرو
کفر اب اپنی حد میں نہیں
تیغ کو خوں آشام کرو
روشن کرکے دل کا چراغ
محفل کو گُل فام کرو
بعد میں ہے تسخیرِ عالم
پہلے نفس کو رام کرو
آئیگی منزل بھی خادم
اُٹھ کے سفر دو گام کرو

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷ قیمت ۴/ — منظور شدہ محکمہ تعلیم — لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/۹-مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء — ایڈیٹر بدلنا ن بھولیان — ۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C.۲۷۳۰-۲۴۸۱-مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء — بدل اشتراک سالانہ لعہ/۱۱ ششماہی ۶/

لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانے کا جواز

الجواب ج ۳۹۵ — لاؤڈ سپیکر پر مساجد یا غیر مساجد میں نماز پڑھانا اور دور و نزدیک کی صفوں کا اس کی آواز پر امام کی اقتداء کرنا درست ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ جبتک یہ محقق نہیں ہوا تھا کہ لاؤڈ سپیکر پر جو آواز سننے میں آتی ہے۔ وہ بولنے والے کی اصل آواز ہوتی ہے بلکہ اس کے برعکس ایک خیال یہ تھا کہ یہ صدائے بازگشت ہے تو امامت میں اس کا استعمال اس لئے محل نظر تھا کہ دور کی صفیں جن کو امام کی (بوجہ بُعد) اصل آواز نہیں پہنچ سکتی ہے اس صورت میں ایک خارج نماز آواز کی یعنی صدائے بازگشت کی اقتداء کریں گی اور اُن کی نماز اقتداء و قبول تلقین خارج کی بنا پر فاسد ہو گی۔ لما فی رد المختار ۱/۶۵۱ ان الموتم لما تلقن من خارج الصلوٰۃ بطلت صلوٰتہ الخ لیکن حضرات اکابر حمیۃ کی مساعی سے اہل سائنس کا یہ معتمد علیہ بیان جب سے معلوم ہوا کہ یہ آواز متکلم و قاری کی اصل آواز ہوتی ہے۔ تو اس کے بعد مذکورہ بالا تردد اور احتمال عدم جواز اقتداء بعض المقتدین از خود ساقط ہو گیا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری وجہ فساد صلوٰۃ یا عدم جواز و کراہت کی ثابت نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم — محمد جمیل الرحمٰن نائب المفتی بدار العلوم دیوبند

الجواب صحیح۔ دستخط مولانا حسین احمد صاحب۔ (صدر دار العلوم دیوبند)

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا